اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہَیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

جنوری ۲۰۲۳ء

ماہنامہ
انوار مدینہ

شمارہ : ۱	جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ / جنوری ۲۰۲۳ء	جلد : ۳۱

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ 40 روپے......سالانہ 500 روپے
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2 7914 -00954-020-100	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)	بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 25 امریکی ڈالر
جازکیش نمبر : 0304 - 4587751	برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر
رابطہ نمبر : 0333 - 4249302	امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر
جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051	جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
خانقاہ حامدیہ : 042 - 35399052	www.jamiamadniajadeed.org
موبائل : 0333 - 4249301	E-mail: jmj786_56@hotmail.com
دارُالافتاء : 0321 - 4790560	darulifta@jamiamadniajadeed.org

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۷
داعی اِلی اللہ کے اوصاف اور اُن کی تربیت و تکمیل	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ؒ	۱۲
رحمٰن کے خاص بندے	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۲۲
عذابِ قبر اَحادیث کی روشنی میں	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۲۵
دنیا کی حرص و طمع	حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوریؒ	۳۳
استفادہ کی چند بنیادیں	مولانا محمد بن محمد سرور صاحب	۴۳
دارُالافتاء .... موزوں پر مسح کا حکم	حضرت مولانا مفتی محمد زبیر حسن صاحب	۵۵
معصیت اور اُس کے اثرات	حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب ؒ	۵۷
ٹیپو سلطان کی ریاست میں		۶۴

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ﴾ (سُورۃ البقرۃ :۱۲۰)

''ہرگز آپ سے خوش نہ ہوں گے یہود اور نہ نصاریٰ حتیٰ کہ آپ ان کے دین کی پیروی اختیار نہ کرلیں (اور ان ہی کی طرح ہو جائیں)''

چالیس سال کے مسلح جہاد کے نتیجہ میں تشکیل پانے والی اَمارتِ اسلامیہ افغانستان کی ریاست عالمِ اسلام کے مظلوموں کے لیے اُمید کی ایک کرن ہے ! جس کو طلوع ہوئے ابھی صرف ڈیڑھ برس ہوا ہے مگر عالمِ کفر جس کے خمیر کا خبثِ اعظم امن اور اسلام دشمنی ہے کب چین سے بیٹھ سکتا ہے ! ؟ مگر اِن کا چین سے نہ بیٹھنا عالمِ اسلام کے لیے اس اعتبار سے خیر کا حامل ہے کہ مسلمان بیدار رہیں اور غافل نہ ہونے پائیں کیونکہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے !

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ عالمِ اسلام ہی کے اکثر حکمران منافقانہ روِش اختیار کرکے عالمِ کفر کا ساتھ دینے لگیں !

اس پر پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ہر دردِ دل رکھنے والے نے لکھا ہے اور ہم سے بہتر لکھا ہے لہٰذا اِس پر اپنی طرف سے مزید کچھ لکھنے کے بجائے قرآنِ کریم میں ان بدنصیبوں کے برے انجام کو بطورِ ترہیب نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں :

''اور تم ہرگز مت خیال کرو کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو کرتے ہیں ظالم ان کو تو ڈھیل دے رکھی ہے اُس دن کے لیے کہ پتھرا جائیں گی آنکھیں ! دوڑتے ہوں گے اُوپر اُٹھائے اپنے سر، ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی اور دل اُن کے (دہشت وخوف سے) اُڑے جا رہے ہوں گے !

اور آپ ڈرا دیں لوگوں کو اُس دن سے کہ آئے گا ان پر عذاب تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے، مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کر لیں تیری دعوت اور پیروی کر لیں رسولوں کی !

کیا تم پہلے قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو زوال نہیں ہے اور آباد تھے تم بستیوں میں ان ہی لوگوں کی جنہوں نے (تم سے پہلے دور میں) ظلم کیا اپنی جان پر ! اور کھل چکا تھا تم پر کہ کیسا (عبرت ناک) سلوک کیا ہم نے ان سے (بطورِ سزا) ! اور بتلائے ہم نے تم کو (ماضی کے) سب قصے ! ! !

اور یہ (انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کے خلاف) اپنا داؤ کھیل چکے ہیں اور اللہ کے سامنے ہے ان کا (بودا) داؤ اگرچہ (بظاہر) ان کا (سازشی) داؤ ایسا (خطرناک) ہے کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دے ! ! !

سو خیال مت کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے (نصرت کے معاملہ میں) وعدہ خلافی کرے گا ! بے شک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ! ! !

جس دن بدل دی جائے گی اس زمین (کی موجودہ حالت) مختلف (نوعیت کی) زمین سے اور بدلے جائیں آسمان (مختلف اَنواع کے) اور لوگ (اپنی قبروں سے) نکل کھڑے ہوں گے پیش ہونے سامنے اللہ کے جو اَکیلا زبردست ہے ! ! !

اور دیکھے تو گنہگاروں کو اُس دن اکٹھے جکڑے ہوئے زنجیروں میں ! قمیص اُن کے ہیں (بدبودار آتش گیر مادے) گندھک[1] کے اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو آگ ! تاکہ بدلہ دے اللہ ہر ایک جی کو اُس کی کمائی کا، بے شک اللہ جلد کرنے والا ہے حساب ! ! !

یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ معبود وہی ہے ایک ہے اور تاکہ سوچیں عقل والے'' (سورۂ ابراہیم ۴۲ تا ۵۲)

عالمِ اسلام بالخصوص امارتِ اسلامی افغانستان کے بارے میں عالمِ کفر کا موجودہ روّیہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے ! ان کا روّیہ صدیوں پہلے سے ماضی میں بھی ایسا ہی رہا ہے اور تا قیامت آنے والی صدیوں میں بھی ایسا ہی رہے گا ! ان کے خبث کو لگام تب لگے گی جب یہ مغلوب کردیے جائیں گے ! اور مغلوب کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ عالمِ اسلام متحد ہو کر علمِ جہاد بلند کرے ! باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾[2]

''جب حکم بھیجا (غزوۂ بدر میں) تیرے رب نے فرشتوں کو (اور بالواسطہ انسانوں کو) کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم دل مضبوط کرو مسلمانوں کے، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں دہشت، سو چوٹ مارو (تاک تاک کے) گردنوں پر اور کاٹ ڈالو اُن کی پور پور (چھوٹا بڑا ہر جوڑ ایک ایک کرکے) ''

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائیں کہ وہ اپنے اندر منافقین کی شکل میں موجود کفار کے خلاف صف آرا ہو کر اپنے اندر کی غلاظت کو نکال باہر کریں تاکہ ننگا کفر گھٹنوں کے بل آرہے وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

---

[1] SULPHUR [2] سُورۃ الانفال : ۱۲

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث "خانقاہِ حامدیہ چشتیہ" رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

اعمال شکل اختیار کر کے محفوظ رہتے ہیں ! روزہ اور قرآن سفارش کریں گے ! انسان بھی ہر لحہ فناء کے عمل سے گزرتا ہے !

درسِ حدیث نمبر ۷۷ (۱۲رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ/۲۴رجون ۱۹۸۳ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ روزہ اور قرآنِ کریم دونوں ہی بندہ کی شفاعت کریں گے یا کرتے ہیں ! جو صحابہ کرامؓ دُنیا سے رُخصت ہو چکے تھے اُن کے بارے میں کی بھی ہوگی اور جو جاتے ہیں اُن کے لیے وہ شفاعت کرتے ہیں !

یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ روزہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں نے اس بندہ کو کھانے سے روک دیا تھا اور اُس کی پسندیدہ چیزیں شہوتیں جن کی طرف اس کی رغبت ہوتی تھی میں نے دن میں ان چیزوں سے اس کو روک دیا ! فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ میں اس کی سفارش کرتا ہوں تو میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما ! !

یہ جتنی بھی عبادتیں ہیں ان کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ یہ سب کی سب شکل اختیار کرلیتی ہیں ! خداوندِ کریم کی قدرت ہے یہ کہ جیسے آپ کسی کا فوٹو لیتے ہیں پھران فوٹوؤں کی اتنی بڑی تعداد ہو جاتی ہے کہ اُن سے فلم بنالیتے ہیں اور وہ حرکت کرتی ہوئی چیز معلوم ہوتی ہے !

اور دُوسرے طریقے پر آواز پیدا کرتے ہیں اور محفوظ کرتے ہیں اور وہ بولتی ہوئی چیز محسوس ہوتی ہے !

یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں خود بخود ہوتی ہیں ! ! کوئی عمل جو انسان کرتا ہے رائیگاں نہیں جاتا، بیکار نہیں جاتا، غائب نہیں ہوجاتا، فنا نہیں ہوجاتا ! بلکہ وہ قائم رہتا ہے، موجود رہتا ہے محفوظ طرح موجود رہتا ہے ! جب انسان کا انتقال ہوجاتا ہے اور وہ دُوسرے عالَم میں جاتا ہے تو وہ چیزیں ملتی ہیں، نظر آتی ہیں، اُن سے اُس کا واسطہ پڑتا ہے اور یہ اعمال ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں ! ! !

اچھی شکل اور خوفناک شکل :

وہ شکل جو یہ اعمال اختیار کرتے ہیں کبھی تو مثال کے طور پر حدیث شریف میں یہ ذکر کی جاتی ہے کہ جب انسان کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اُس کے پاس ایک چیز آتی ہے ! اُس کو وہ دیکھ کر یا خوش ہوتا ہے یا ڈرتا ہے ! ایسی ایک چیز اُس کے قریب آجاتی ہے !

تو اگر وہ خوش ہوتا ہے اُس سے تو یہ کہتا ہے کہ مجھے تیرے پاس آنے سے تیری شکل دیکھنے سے تیرے قرب سے ایک راحت میسر آگئی ہے، سکون ہو رہا ہے ! تو کون ہے ؟

تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا عمل ہوں ! ؟ مجھے اللہ نے یہ شکل دے دی ہے ! اور میں تیرے ساتھ ہی رہوں گا الگ کبھی ہوں گا ہی نہیں ! گویا یہ فکر کہ میں چلا جاؤں گا تو تنہا رہ جائے گا یہ نہیں ہے بلکہ میں تیرے ساتھ رہوں گا ! !

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ بعض لوگوں کے (خدا پناہ میں رکھے) ایسی ہیبت ناک شکل سامنے آتی ہے کہ جسے انسان دیکھ کر ڈر جاتا ہے ! وحشت کھاتا ہے ! وہ اُس سے پوچھتا ہے کہ تو کون ہے ؟ میں تجھے دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں وحشت ہوتی ہے ! !

تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا عمل ہوں جو تو کرتا رہا ! اور چاہے تو گھبرا اور چاہے جو کر میں تیرے سے الگ نہیں ہوں گا ! تیرے سامنے ہی رہوں گا ! ! اب وہ ڈر کی شکلیں کیا ہوسکتی ہیں ! کیا نہیں ہوسکتیں ؟ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے بہت ساری شکلیں ہیں ! بجائے انسان کے جانوروں کی شکلیں ہوسکتی ہیں ! !

چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے اور قرآنِ پاک میں بھی آیا ہے حدیث میں تو آتا ہے کہ جو آدمی زکوٰۃ نہیں دیتا مال کی، اُس کا مال ایک اژدھے کی شکل میں ہوگا ! جسے اُس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا ! اور وہ اُس کو ڈستا رہے گا ! جس سے اُسے تکلیف ہوتی رہے گی جیسے ڈسنے کی تکلیف ہوتی ہے ! وہ تکلیف جاری رہے گی ! گویا جو عمل انسان کر رہا ہے اُس کی کوئی شکل بنتی جاتی ہے ! اور وہ عمل محفوظ رہتا ہے ! اور وہ مستقل شکل اختیار کرتا ہے ! اور عالمِ آخرت میں کس شکل میں سامنے آتا ہے ؟ ایک شکل میں سامنے آتا ہے یا کئی شکلوں میں سامنے آتا ہے ؟ یہ مختلف چیزیں ضرور ہیں ! مگر یہ کہ محفوظ رہنا عمل کا یہ ثابت ہے ! ! !

کلمۂ طیبہ کی شکل :

حدیث میں آتا ہے کہ جو بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک دفعہ کہتا ہے تو اُس سے ایک شکل پیدا ہوتی ہے اُڑنے والی چیز کی ! جو عرشِ الٰہی کے گرد چکر کاٹتی ہے ! اور یہ کہتی ہے کہ میرے ادا کرنے والے کو بخش دے ! جس نے مجھے ادا کیا ہے، پڑھا ہے بخش دے ! معلوم ہوا وہ بھی محفوظ ہے وہ فنا نہیں ہوتا ! تو فنا کا معاملہ تو ایسا ہے کہ ہر چیز فنا بھی ہو رہی ہے اور ہر چیز باقی بھی ہے ! دونوں ہی طرح ٹھیک ہے !

انسان بھی ہر لمحہ فناء کے عمل سے گزرتا ہے :

انسان بھی فنا ہو رہا ہے ! جس دن سے آیا ہے روز فنا ہی ہو رہا ہے ! فنا ہی کی طرف بڑھ رہا ہے جتنے دن گزر گئے وہ فنا کی طرف اتنے دن اور بڑھ چکا ہے ! کھانا کھاتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے ! پانی پیتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے ! دوبارہ ضرورت پڑتی ہے پانی پینے کی ! ہر چیز فنا ہو رہی ہے اور دُوسری طرف دیکھا جائے تو وہ چیز باقی بھی ہے ! ؟ ہر چیز کو بقا بھی حاصل ہے ! ! ؟

جنت اور جہنم میں باقی ہی رہے گا، وہاں فنا نہیں ہے :

قیامت کے دن جنت میں جہنم میں دوام کی شکل میں معلوم ہوتا ہے کہ باقی ہی باقی ہے ! فنا ہوتی ہی نہیں کوئی چیز ! تصویر کھینچ لیتے ہیں وہ باقی ہوتی ہے وہ رہتی ہے برس ہا برس ! فلم محفوظ رہ جاتی ہے ! اور ٹیپ کر لیتے ہیں تو مدتوں آواز محفوظ رہ جاتی ہے ! معلوم ہوتا ہے کہ فنا ہے ہی نہیں کسی چیز کو ! ایک طرف دیکھیں تو ہر چیز کو فنا معلوم ہوتی ہے ! نئی گاڑی تیار ہو کر آئی ہے تیار ہوگئی تو اب اس کے بعد زوال شروع ہوگیا اُس کا ! حالانکہ اُس کے سب پُرزے لوہے کے ہیں ! مگر کسی بھی طرح کی بنی ہوئی کوئی بھی چیز ہو، زوال پھر آنا شروع ہو ہی جاتا ہے ! فنا کی طرف وہ بڑھنی شروع ہو ہی جاتی ہے ! ایک لحاظ سے دیکھیں تو ہر چیز فنا ہو رہی ہے اور دُوسرے لحاظ سے دیکھیں تو ہر چیز کو بقا بھی ہے دوام بھی ہے جیسے وہ فنا ہی نہیں ہو رہی ! !

تو ایک بندہ زبان سے جب لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو وہ بھی فنا نہیں ہوتا وہ بھی قائم ہے ! اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ یَمْلَأُ الْمِیْزَانَ وَیَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ایسے کلمات آتے ہیں کلماتِ حمد و ثنا جو خدا کی تعریف اور پاکیزگی کے کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ ان کلمات کے بارے میں یَمْلَأُ الْمِیْزَانَ کا لفظ بھی ہے اور یَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بھی ہے آسمان و زمین کے درمیان بھر لیتا ہے ! ! !

آواز کی پہنچ اور آپ کا اِرشاد :

یہ آواز جو ہماری زبان سے نکلتی ہے کہاں کہاں پہنچتی ہے اور کہاں تک اُس کا مُنتہیٰ ہوتا ہے اس کے اثرات کہاں تک جاتے ہیں ؟ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز کے اثرات ہر جگہ پہنچ کر رہتے ہیں ! بڑی بڑی دُور پہنچتے ہیں جیسے کہ ایک ڈلا ماریں ساکن پانی میں اور اُس سے لہریں پیدا ہوتی ہے اور وہ لہریں دُور تک جاتی ہیں ! اسی طرح سے جو آدمی زبان سے کلمات ادا کر رہا ہے وہ بھی فضا میں دُور تک چلے جاتے ہیں ! کہاں تک گئے کہاں تک نہیں گئے یہ اللہ تعالیٰ جان سکتے ہیں !

مگر بتایا گیا ایسے کہ جیسے زمین و آسمان کو بھر دیتے ہیں یعنی ان کا گزر ہر جگہ ہوتا ہے ! اور کتنی دیر میں ہوتا ہے، کتنا وقت لگتا ہے یا نہیں لگتا وقت یا بالکل فوری ہو جاتا ہے، کون سی چیز مراد ہے حدیث میں ؟ اس کی تشریح و تعیین ہم نہیں کر سکتے ! بس حدیث میں جو آیا ہے وہ صحیح ہے اور اُس کی تشبیہ دی جا سکتی ہے اور اُسے عقلاً غور کیا جائے تو صحیح ہی قرار دیا جائے گا کیونکہ سمجھ میں آتی ہے وہ بات ! !

تو یہاں حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ روزہ سفارش کرے گا خداوندِ کریم سے کہ اللہ تعالیٰ میں نے اس کو کھانا پینا اور شہوتیں جس میں پینا بھی داخل ہے، وہ سب چیزیں میں نے روک دی تھیں فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ خداوندِ کریم اس کے بارے میں میں تیرے سے شفاعت کرتا ہوں !

قرآن کی سفارش :

وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ [1] اور قرآن کہے گا یہ رات کو مجھے پڑھا کرتا تھا بالاجمال (یہاں حدیث میں اتنی ہی) بات ہے ! اور کون سی سورت پڑھتا تھا اور کس سے زیادہ محبت تھی ؟ کون سی آیت سے محبت تھی ؟ کون سے مضمون سے محبت تھی ؟ وہ الگ چیز ہے ! یہ تو بالکل سادہ پڑھنا ہے جو (مراد ہے) تو قرآن کہے گا یہ مجھے پڑھا کرتا تھا ! اور رات کو نیند کی قربانی دیتا تھا ! تو گویا میں نے اسے سونے سے روکا ! خداوندِ کریم میں بھی اس کے بارے میں شفاعت کرتا ہوں کہ تو اسے بخش دے ! !

فَیُشَفَّعَانِ حدیث میں آتا ہے کہ ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی اور اس کی بخشش ہو جائے گی ! حقیقت یہ ہے کہ خداوندِ کریم کی ہی مرضی ہے اور ماننا ہے ! اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے لیے یہ فرمایا کہ میں مان لوں گا ! یہ طے فرمایا تو پھر یہ شکل بن گئی روزہ (اور قرآن) کی اور شفاعت قبول فرمالی جائے گی ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور رحمتوں سے دُنیا اور آخرت میں نوازے، آمین۔ اختتامی دُعا............

(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ جون ۱۹۹۸ء)

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۶۳

داعی اِلی اللہ کے اوصاف اور اُن کی تربیت و تکمیل

مؤرخِ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف
سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے چند اَوراق

✿ ✿ ✿

جس ذات کو اِس لیے اُٹھایا جا رہا ہو کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، بھٹکی ہوئی مخلوق کو حق وصداقت کے صراطِ مستقیم اور نیکی اور سچائی کی شاہراہِ اعظم پر چلائے اُس کے کچھ اوصاف ہونے چاہئیں قرآنِ حکیم میں جابجا اُن اوصاف کی طرف اشارے اور کہیں تصریح پائی جاتی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ایک بہترین مثال ہے اور ان اشاروں اور تصریحات کی شہادت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس بہترین مثال اور نمونہ اس لیے تھی کہ مقاصدِ دعوت و ہدایت کے لیے آپ کی تربیت خاص طور پر کی گئی تھی ! داعی حق کے تمام اوصاف اس مختصر کتابچہ میں بیان نہیں کیے جاسکتے یہاں صرف چند اوصاف بیان کیے جارہے ہیں۔

(۱) ہمدردی :

کامیاب داعی اور ہادی کو شمع اور چراغ ہونا چاہیے، شمع پوری محفل کو فیض پہنچاتی ہے، تاریک مجلس کو روشنی سے بھردیتی ہے مگر اس طرح کہ اہلِ محفل کے لیے خود فنا ہوتی رہتی ہے ایک سوز ہوتا ہے جو اُس کے تن من کو تحلیل کرتا رہتا ہے ! داعی حق بھی اسی طرح سوز وگداز کا پیکر ہوتا ہے ! وہ اپنی بقاء اسی میں سمجھتا ہے کہ راہِ حق میں خود کو فنا کردے ! قرآنِ حکیم کی شہادت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سراجِ منیر تھے [۱] اور دردِ دل کا عالم یہ تھا کہ جان عزیز اسی میں گھلا رہے تھے کہ بھٹکے ہوئے انسان سیدھے راستہ پر آجائیں ! [۲]

---

[۱] شمع سوزاں ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴾ (الاحزاب : ۴۶)

[۲] ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۶)

﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾ (سُورۃ الشعراء : ۳)

(۲) اذعان اور یقین :

(الف) ایک شخص اُونچے پہاڑ پر کھڑا ہوا دشمن کے لشکر کو دیکھ رہا ہے جو تیزی سے حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے اُس کی بستی کے آدمی پہاڑ کے پیچھے ہیں وہ نہیں دیکھ رہے، یہ دیکھنے والا شخص جس خطرہ سے اپنی قوم کو آگاہ کر رہا ہے وہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے اس لیے وہ اپنی پوری طاقت صرف کر رہا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ بستی کے غافل لوگوں کو جگا دے اور اپنے مشاہدہ کا یقین ان کو دلا دے ! داعی حق کو اپنی دعوت پر ایسا ہی یقین ہونا چاہیے گویا قبولِ حق اور کفر و اِنکار کے نتائج کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ! ! ۱؎

(ب) ایک نہایت شاداب باغیچہ میں ایک گہری خندق ہے جس میں آگ کے بڑے بڑے اَنگارے دہک رہے ہیں، خندق کے کنارے پھسلواں ہیں سیر کرنے والوں کو اِس کی خبر نہیں ہے جس کو خبر ہے وہ سیر کرنے والوں کو پورے یقین کے ساتھ خطرہ سے آگاہ کرتا ہے ! اور اگر باغ کی سیر کرنے والے اس کے دوست اور عزیز قریب ہوتے ہیں تو وہ اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے کہ اِن کو اس خندق کی طرف نہ جانے دے ! !

داعی حق باخبر باغبان ہوتا ہے جس کو مخلوقِ خدا سے ایسی ہی محبت ہوتی ہے جیسی اپنے اہل و عیال سے ! وہ خندق کی طرف جانے والوں کو منع کرتا ہے کوئی آگے بڑھ جاتا ہے تو اُس کو پکڑ کر کھینچتا ہے اُس وقت اس کی ہمدردی سراسر اضطراب بن جاتی ہے ۲؎

شمع جلتی ہے پر اِس طرح کہاں جلتی ہے
ہڈی ہڈی مری اے سوزِ نہاں جلتی ہے

(۳) داعی حق کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ اُس کی شوکت و حشمت کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھک جائیں بلکہ اُس کی کامیابی یہ ہے کہ اُس کی دعوت کی معقولیت، دلائل کی مضبوطی، اس کے اخلاص، قول اور فعل کی صداقت اور اُس کی سچی خیر خواہی اور ہمدردی، بے لوث زندگی اور بلندیٔ اخلاق کے سامنے لوگوں

۱؎ صحیح البخاری ص ۹۶۰ عن ابی موسٰی فیہ انا النذیر العریان ۲؎ صحیح البخاری ص ۹۶۰ عن ابی ھریرة

کے دل جھک جائیں ان میں گرویدگی اور عقیدت پیدا ہو جائے ! لہٰذا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ (الف) کوئی جَور اور جبر نہ ہونا چاہیے ! ہر صاحبِ فکر کی رائے کو آزادی حاصل ہو وہ خود اچھے برے اور اندھیرے اور اُجالے کو پہچانے اور اپنے ضمیر کی شہادت پر عمل کرے !

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾[۱]

(ب) بیشک داعی حق اصلاحی مسائل پیش کرے گا لوگوں سے مطالبہ کرے گا کہ وہ اس کے اصول تسلیم کریں اور ان پر عمل کریں ! لیکن ضروری ہے کہ انداز نہایت سنجیدہ، دانشمندانہ، نصیحت آمیز اور خیراخواہانہ ہو ! تبادلہ خیالات اور بحث و مباحثہ کی نوبت آئے تو اس کا انداز اور طرز بھی ایسا حسین ہو کہ اس سے زیادہ نرم، دلکش اور پیار بھرا انداز نہ ہو سکے ! ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ ﴾[۲]

(ج) گمراہ، سرکش، شورہ پُشت[۳] شرارت پسند، بدکردار جن کو سیدھے راستہ پر لانا مقصود ہے اُن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی ہے کہ وہ داعی حق کی بات سنجیدگی سے سنیں گے اور شرافت کا جواب شرافت سے دیں گے بالخصوص ایسی صورت میں کہ ان کی عزت و عظمت، شہرت یا اُن کے کسی مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ لامحالہ حق کے مقابلہ میں اپنی ہر ایک شرارت کو کام میں لائیں گے اور پوری قوت سے سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ کریں گے ! اس صورت میں داعی حق کا فرض کیا ہوگا ؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

''معافی اور درگزر کو اپنا اصول بنا لو، نیکی کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں (نادانوں) سے کنارہ کرتے رہو''[۴]

---

[۱] سُورۃ البقرۃ : ۲۵۶ [۲] سُورۃ النحل : ۱۲۵ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے : ''(اے نبی) اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ اس طرح کہ حکمت (دانشمندی) کی باتیں بیان کرو اور اچھے طریقہ پر پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث و نزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقہ پر کہ حسن و خوبی کا طریقہ وہی ہو (اس سے اچھا نہ ہو سکے) تمہارا پرودگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بھٹک گیا اور کون راہِ راست پر ہے''

[۳] سرکش نافرمان لڑاکا [۴] سورۂ اعراف ۱۹۸ ، سورۂ نحل ۱۲۷ ، سورۂ مزمل و سورۂ مدثر و سورۂ دہر وغیرہ

(۴) اگرچہ قانون یہ ہے کہ برائی کا بدلہ اُسی جیسی برائی ہوتی ہے ﴿ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ ۱
مگر داعی حق اس قانون پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کا اصول یہ ہوتا ہے بدی کا جواب نیکی سے دے !
بھلائی کرکے برائی کو دفع کرے ﴿ یَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ ﴾ ۲

(۵) عدل کے معنی برابری پیدا کرنے کے ہیں اسی کو انصاف کہا جاتا ہے ! اس سے مساوات تو قائم ہوجاتی ہے مگر بدی ختم نہیں ہوتی ! بلکہ بسا اوقات جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ بدی کو بڑھاتا اور اُس کے دائرہ کو وسیع کردیتا ہے ! داعی حق کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ بدی اور برائی دُنیا سے ختم ہو لہٰذا اس کا اصول یہ ہوگا کہ جب کوئی بدی پیش آئے گی تو اس کے اسباب تلاش کرکے ایسا راستہ اختیار کرے گا کہ بدی اور برائی کی جڑ کٹے، دشمن دوست بن جائیں، جو برے ہیں وہ اچھے ہوجائیں ! !
﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ ۳
مگر یہ آسان بات نہیں ہے اس کو وہی کرسکتے ہیں جو ضبط وتحمل کے عادی ہوں جو مکارمِ اخلاق کے خوگر ہوں لیکن عالمِ اسباب میں کسی چیز کی عادت جب ہی ہوتی ہے جب پہلے اُس کی تربیت ہوچکی ہو، مختصر یہ کہ اُس دور میں تربیت کا ایک مکمل باب یہ بھی تھا کہ ان کمالات واَوصاف کا عادی بنایا گیا جو سب سے افضل اور آخری پیغمبر اور سب سے زیادہ جلیل القدر داعی کے لیے ضروری تھے ! !

ثمرۂ تربیت :

جس کی فطرتِ سلیم نے بِلا دعوت اور بِلا فرمائش خود بخود محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو پوری زندگی کا نصب العین بنایا تھا اس زمانۂ تربیت میں جو رنگ محمد نبی اللہ ﷺ پر غالب آتا رہا اُسی رنگ میں یہ بھی رنگے جاتے رہے ! ثمرہ یہ ہوا کہ ایک جماعت ایسی تیار ہوگئی :

(۱) جو خدا شناس اور سچی خدا پرست تھی !
(۲) جو سب کو چھوڑ کر اپنا رشتہ خدا سے جوڑ چکی تھی !
(۳) جس کا پورا بھروسہ اپنے خالق اور مالک پر تھا !

---

۱ سُورۃ الشوریٰ : ۴۰ ۲ سُورۃ الزمر : ۲۲ ۳ سورۃ حٰمٓ سجدہ : ۳۴

(۴) جس کا دل ہر ایک طمع سے پاک اور صرف اپنے خالق کی محبت سے لبریز تھا !

(۵) جس کے دل پر صرف خالقِ کائنات کی عظمت کا سکہ تھا اُسی کا خوف اس کے قلب و جگر کا داغ تھا جس نے خوفِ خدا کے سوا ہر ایک خوف و خطر کے دھبے کو مٹا دیا تھا !

(۶) جس کو خالق کی ہر ایک مخلوق سے محبت تھی ! کیونکہ وہ اس کے رب کی پالی ہوئی مخلوق ہے ! ہر ایک انسان کا درد اُس کے دل میں تھا ! کیونکہ یہ انسان اس خدا کی قدرت کا شاہکار تھا جس سے اس کو عشق ہو گیا تھا اور جس کے لیے یہ سب کچھ قربان کر دینے کو زندگی کا نصب العین اور دل کی آخری آرزو بنا چکا تھا ! اس (مقدس) جماعت کو اِن (درجِ ذیل اوصاف کے حامل افراد) سے نفرت ہوگئی !

(الف) جن کے دل اپنے خالق اور رب کی عظمت اور اُس کی مخلوق کے درد سے ناآشنا تھے !

(ب) جو خدا کو چھوڑ کر اپنی اغراض کی پوجا میں لگے ہوئے تھے !

(ج) جن کو مال اور اولاد پر ناز تھا اور ان ہی کی ترقی ان کی زندگی کا محبوب نصب العین تھا !

(د) جن کو غریبوں سے نفرت تھی کیونکہ وہ دولت سے محروم ہوتے تھے !

(ہ) جو یتیموں اور بیواؤں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے کہ اِن کی امداد کرنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی ان سے کہیں زیادہ انہیں اپنی تجوریوں سے محبت تھی !

(و) کمزوروں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا، مخلوقِ خدا کو غلام اور غلاموں کی زندگی کو اپنی خواہشات کا کھلونا بنانا ان کی عظمت و برتری کا نشان تھا جس کو وہ کسی وقت بھی مٹانا یا نیچا کرنا نہیں چاہتے تھے خواہ ان (کمزوروں) کی جان جاتی رہے ! !

مقامی اور سماجی حالات اور ردِ عمل :

(۱) عرب میں بادشاہت نہیں تھی ہر ایک قبیلہ آزاد ہوتا تھا ! شیخِ قبیلہ اندرونی نظام کا نگران ہوتا تھا ! مکہ میں اس نظام نے چھوٹی سی جمہوریہ کی صورت اختیار کر لی تھی ! صدر جمہوریہ تو پھر بھی کوئی نہیں تھا ! البتہ قبائل کی ایک مشترک جماعت تھی [۱] اس نے شہری، سماجی اور انتظامی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر

[۱] کونسل (COUNCIL)

تقریبًا ایک درجن شعبے (پورٹ فولیو) بنائے تھے [۱] اور ہر شعبہ کا سربراہ منتخب کردیا تھا ! مثلاً مقدمات قتل کا ایک خاص شعبہ تھا اس کے سربراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے !

شعبہ سفارت کے ذمہ دار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے !

اسی طرح باقی شعبوں کے ذمہ دار علیحدہ علیحدہ تھے، ان میں سے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ تھے جو سب سے پہلے اسلام لاچکے تھے ! عمر فاروق رضی اللہ عنہ کئی سال بعد مسلمان ہوئے ! باقی شعبوں کے ذمہ دار یا مسلمان ہی نہیں ہوئے یا اگر مسلمان ہوئے تو بہت آخر میں !

اس مشترک جماعت کے اجلاس ہوا کرتے تھے اس مقام کا نام ''دارُ النَّدوۃ'' تھا جہاں یہ اجلاس ہوا کرتے تھے ! کوئی غیر معمولی معاملہ ہوتا تو اَراکین کے علاوہ بھی نمایاں افراد کو خاص طور پر مدعو کرلیا جاتا تھا

(۲) حرب بن اُمیة ، ولید بن مغیرة ، عاص بن وائل ، عُتبة بن ربیعة ، ابولھب ، ابوجھل، اُمیة بن خلف ، اُبی بن خلف ، عقبة بن ابی معیط ، نضر بن حارث ، اسود بن عبدِ یغوث بڑے بڑے دولتمند تھے یہ تاجر بھی تھے، صاحبِ جائیداد بھی، سودی کاروبار بھی بڑے پیمانہ پر کرتے تھے اور اُن تمام خصوصیتوں کے مالک تھے جو سرمایہ داروں میں ہوا کرتی ہیں ! !

مثلاً ابولہب جو آنحضرت ﷺ کا چچا بھی تھا اور ہمیشہ مخالفت میں پیش پیش رہا اس کا سودی لین دین وسیع پیمانے پر تھا اور اس کے حرص وطمع کی یہ حالت تھی کہ اس نے خانہ کعبہ کے خزانہ سے سونے کا ہرن چوری کر کے بیچ ڈالا تھا، یہ ہرن بہت عرصہ سے محفوظ چلا آتا تھا ! [۲]

عاص بن وائل بہت بڑا دولتمند، قبیلہ کا مشہور سردار تھا مگر حضرت خبابؓ سے اس پر جھگڑا ہوا کہ انہوں نے لوہے کی کوئی چیز بنا کر اس کو دی تھی وہ اس کی اُجرت مانگتے تھے اور یہ جان چراتا تھا ! [۳] اور یاد ہوگا یہی عاص بن وائل تھا جس نے یمن کے ایک تاجر کو مار پیٹ کر بھگا دیا تھا جب اُس نے اپنے دام مانگے ! جس سے تمام مکہ والوں کی بدنامی ہوئی ! اور جس کی بنا پر وہ انجمن بنائی گئی تھی جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے !

---

[۱] PORTFOLIO [۲] معارف ابن قتیبة [۳] صحیح البخاری ص ۳۰۴

قرآن شریف نے کسی کا نام نہیں لیا مگر اس کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج اور معاشرہ کا اُونچا طبقہ جو مکہ پر چھایا ہوا تھا جو اِس لحاظ سے خوش نصیب مانا جاتا تھا کہ ان کے یہاں دولت کے انبار بھی ہوتے تھے اور فرمانبردار اولاد کی بھی کمی نہیں ہوتی تھی ! اس کے اخلاق اور اوصاف یہ تھے

(الف) اپنی اس خوش نصیبی پر کہ وہ صاحبِ مال اور صاحبِ اولاد ہیں ان کو گھمنڈ اور غرور ہوتا تھا !

(ب) جو اِن سے کم ہوتے تھے ان کو حقیر سمجھتے اور طرح طرح کے طعنے دیتے تھے !

(ج) اپنے اثرورسوخ اور اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے جھوٹی قسم کھانے سے ان کو عار نہ آتی تھی ! بلکہ بڑھ بڑھ کر قسمیں کھاتے، دوسروں کو لڑانے اور اپنے مخالفوں کو زک پہنچانے کے لیے بے دھڑک چغلیاں اور طرح طرح کا شرارت آمیز پروپیگنڈہ کرتے تھے ! [1]

(د) کمزوروں پر ظلم کرنا ان کی عادت تھی !

(ہ) نرم مزاجی اور اخلاق سے نا آشنا تھے ! نیک کام نہ کرتے نہ دوسروں کو کرنے دیتے !

(و) غریبوں کی اِمداد کا کوئی موقع ہوتا تو اس میں روڑے اَٹکاتے ! نہ خود خرچ کرتے نہ دوسروں کو خرچ کرنے دیتے !

(ز) اخلاق سے نا آشنا، سخت دل، خشک مزاج طبیعت کے روکھے ! [2]

(ح) رات دن تجوری بھرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ! اس تصور سے نا آشنا تھے کہ یہ دولت ختم ہونے والی بھی ہے ! [3]

(ط) خدا سے بے تعلق، خدا پرستی سے بیگانہ، کج بحث، زبان زوری سے اپنے عیبوں کو چھپانے والے ! [4]

یہی لوگ تھے جو پورے مکہ پر چھائے ہوئے تھے اور چونکہ مکہ ہر لحاظ سے پورے عرب کا مرکز تھا تو اِن کے اثرات پورے عرب پر غالب تھے !

---

[1] سُورۃ القلم : ۸ تا ۱۵ [2] ایضًا [3] سُورۃ الھمزۃ : ۲ [4] سُورۃ المدثر : ۱۶ تا ۲۵ و ۴۵ و ۴۶ و سُورۃ المطففین : ۲، ۳ و ۱۲ ، ۱۳ و سُورۃ العلق : ۶، ۷

ایک شخص جس نے بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمر کا ایک حصہ شہر کی کھلی ملی زندگی میں اس طرح گزارا ہو کہ وہ لوگوں کی آنکھ کا تارا بنا رہا ہو ! اس کی زندگی میں خاص طرح کی تبدیلی آئے ! اس کے کچھ ساتھی ہوجائیں ! ان میں وہ بھی ہوں جو شہری زندگی میں اُونچا درجہ رکھتے ہوں [1] کچھ مالدار گھرانوں کے نوجوان ہوں [2] اور یہ سب ایک خاص قسم کی انقلاب انگیز زندگی بنانے لگیں ! !

مان لیجیے یہ کسی کو اپنی طرف نہیں بلاتے مگر کیا خود ان کا عمل اور غیر معمولی انداز لوگوں کو متوجہ نہیں کرے گا ! ؟ خصوصًا وہ بڑے لوگ جو اپنے اقتدار کو سنبھالنے کے لیے ہر خطرہ کے موقع پر خوردبین سے کام لیتے ہیں کیا وہ ان کے طرزِ زندگی سے ہراساں اور چوکنے نہیں ہوں گے ؟ ! اور کیا یہ بات ان کو سراسیمہ اور پریشان نہ کردے گی کہ یہ جماعت جس طرح شرک اور بت پرستی کے خلاف توحید کی قائل اور خدا پرستی کی عاشق ہے وہ سرمایہ دارانہ نظامِ حیات سے بھی اتنی ہی متنفر ہے اور جذباتِ نفرت کی پرورش کر رہی ہے ! ! ؟

(۵) ردِعمل :

یہ قدرتی بات تھی کہ سردارانِ قریش نے جیسے ہی اس چھوٹی سی جماعت کے انداز سے خطرات کو بھانپا، مخالفت شروع کردی ! مگر جس طرح دعوت عام نہیں تھی مخالفت بھی عام نہیں تھی ! نجی مجلسوں میں تبصرے ہوتے بیشک پھیلنے والے اثرات کو زائل کیا جاتا اور مخالفانہ رائے پختہ کی جاتی تھی مگر گفتگو اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ مثلاً

سب سے پہلے قرآنِ پاک کی معجزانہ فصاحت و بلاغت تھی جو ہر ایک صاحبِ ذوق کو متاثر کردیتی تھی ! اور جب کوئی صاحبِ فکر معنی اور مقصد پر غور کرتا تو حیران رہ جاتا اور بسا اوقات وارفتہ ہوجاتا تھا ! یہ وارفتگی گرویدگی کی حد تک پہنچتی تھی جو اس کو سب سے چھوڑا کر حضرت محمد ﷺ سے وابستہ کردیتی تھی ! جو حضرات اب تک مسلمان ہوچکے تھے اگرچہ اُن کی تعداد تھوڑی تھی مگر وہ قرآنِ پاک کی اس تاثیر کی بہترین مثال اور نمونہ تھے ! قرآنِ پاک کی اس تاثیر کو معاذ اللہ جادُو کہا جاتا تھا کہ یہ منتر ہے جو کسی طرح

---

[1] جیسے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ [2] جیسے حضرت عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہاتھ لگ گیا ہے وہ اِس منتر سے متاثر کرتا رہتا ہے ! ! ۱

ان آیتوں اور سورتوں میں جن عقائد اور نظریات کی تلقین ہے جب ان پر بحث ہوتی تو بڑے لوگوں کا چلتا ہوا جواب یہ ہوتا تھا

''پرانے زمانہ کی دقیانوسی باتیں ہیں اب زمانہ بدل گیا ہے، اب یہ باتیں نہیں چل سکتیں'' ۲

جب خدا پرستی اور توحید کا ذکر ہوتا تو جواب دیا جاتا :

''اپنے باپ دادوں کے مذہب سے ہٹ کر گمراہ ہو رہے ہیں'' ۳

جب ان کی شب وروز کی عبادت اور غیر معمولی شب بیداری کا تذکرہ ہوتا تو رؤساءِ قریش کی مجلسوں میں تبصرہ یہ کیا جاتا : دیوانے ہوگئے ہیں ! ! !

لیکن ظاہر ہے اس طرح کے جوابات وقتی طور پر کام کر سکتے ہیں واقعی اور حقیقی اثرات کو زائل اور سوال کرنے والوں کو مطمئن نہیں کر سکتے ! تو اَب ان لوگوں نے یہ چاہا کہ اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اثرات متعدی ہوں، ان سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ سردارانِ قریش کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ارکانِ وفد پر ایک نظر ڈال لیجیے :

(۱) ولید بن مغیرة : مکہ کا رئیس اعظم جو دولتمندی اور خوشحالی کی تمام عظمتیں اپنے اندر رکھتا تھا ! اسی وجہ سے اس کو ''وحید'' کہا جاتا تھا ! ۴

(۲) ابو جهل : سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک سردار !

(۳) اسود بِن عبدِ یغوث : مکہ کا بہت بڑا تاجر اور رئیس !

(۴) اَخنس بن شریق : طائف کا سب سے بڑا سردار اور رئیس !

---

۱ سُورة المدثر : ۲۴ تنبیہ : سورۂ مدثر اور سورۂ قلم کی تمام آیتیں اگرچہ ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوئیں کچھ پہلے نازل ہوئیں کچھ تھوڑے وقفہ کے بعد مگر بہرحال تمام آیتیں نبوت کے ابتدائی دور میں ہی نازل ہوئیں !

۲ سُورة القلم : ۱۵ ۳ ایضًا : ۷ ۴ ایضًا ۶ ، سورۂ مدثر کی آیت ۱۱ ﴿ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴾ کے تحت حضرات مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

وفد نے آپ کے سامنے تین صورتیں پیش کیں :

(۱) اگر دماغی خلش ہے تو اجازت دیجیے ہم بہترین علاج کا انتظام کریں ! ! ؟

(۲) اگر عیش وعشرت مقصود ہے تو ہم دولت اور حسن دونوں فراہم کر سکتے ہیں ! ! ؟

(۳) اگر اقتدار مطلوب ہے تو مکہ کے اقتدار کی باگ ڈور آپ کے حوالے کرتے ہیں مگر آپ اپنے انداز کو ہلکا کیجئے ! آپ کے نظریات جو سننے میں آرہے ہیں نہایت سخت ہیں، وہ ہیجان برپا کر دیں گے ! مگر وحی الٰہی نے اسی طرح کی پیشکشوں کی شدت سے تردید کردی ! ! ! [1]

(ماخوذ از سیرتِ مبارکہ ص۲۳۶ تا ۲۴۶)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

---

[1] تفسیر عزیزی، متعلق سورہ قلم آیت ۹

قسط : ۷

رحمٰن کے خاص بندے

﴿ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری، اُستاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند ﴾

قرآن وحدیث میں جہنم کی منظر کشی :

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ جہنم کے ہولناک عذاب کو ذکر کر کے اس سے ڈرایا گیا ہے جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سلسلہ کی بعض آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں :

☆ جہنم کی آگ کو دہکانے کے لیے ایندھن کے طور پر انسان اور پتھر استعمال ہوں گے !
﴿ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ ۱

☆ اہلِ جہنم کی کھال جب آگ سے جل جائے گی تو فوراً دوسری نئی کھال ان پر چڑھادی جائے گی (تاکہ برابر شدید تکلیف کا احساس ہوتا رہے) !
﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ ۲

☆ آگ ہی جہنمیوں کا اوڑھنا بچھونا ہوگی ! ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ ۳

☆ جہنمیوں کو (پانی کے بجائے سڑا ہوا) پیپ پلایا جائے گا جسے انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی پینا پڑے گا ! ﴿ يُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ﴾ ۴

☆ جہنمیوں کا لباس گندھک کا ہوگا (جس میں آگ جلدی لگتی ہے) اور آگ ان کے چہروں کو جھلسا رہی ہوگی ! ﴿ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ ۵

---

۱ سُورۃ البقرۃ : ۲۴ ۲ سُورۃ النساء : ۵۶ ۳ سُورۃ الاعراف : ۴۱ ۴ سُورۃ ابراھیم : ۱۶ ، ۱۷
۵ سُورۃ ابراھیم : ۵۰

☆ جہنم میں جہنمیوں کی (شدتِ عذاب سے) ایسی دھاڑ اور چیخ و پکار ہوگی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی !﴿ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ ﴾ ۱

☆ جہنمیوں کے سروں پر نہایت کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا وہ پانی جب بدن کے اندر پہنچے گا تو پیٹ کی انتڑی اور اُوجھڑی سب گلا کر نکال دے گا ! اور کھال بھی گل پڑے گی ! اور اوپر سے لوہے کے ہتھوڑوں سے پٹائی ہوتی رہے گی ! بہت کوشش کریں گے کہ کسی طرح جہنم سے نکل بھاگیں، مگر پھر انہیں جہنم میں دھکیلا جاتا رہے گا اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو !

﴿ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِھِمُ الْحَمِیْمُ یُصْھَرُ بِہٖ مَافِیْ بُطُوْنِھِمْ وَالْجُلُوْدُ وَلَھُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْھَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴾ ۲

ہر طرف سے آگ میں جلنے کی وجہ سے جہنمیوں کی صورتیں بگڑ جائیں گی ! ﴿ تَلْفَحُ وُجُوْھَھُمُ النَّارُ وَھُمْ فِیْھَا کٰلِحُوْنَ ﴾ ۳

جہنمیوں کو سینڈھے (زقوم) کا درخت کھلایا جائے گا جو جہنم کی پیداوار ہوگا ! جو شیطان نما نہایت بدصورت ہوگا، اسی کو کھا کر جہنمی پیٹ بھریں گے اور اُوپر سے جب پیاس لگے گی تو سخت ترین کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا !

﴿اَذٰلِکَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْ اَصْلِ الْجَحِیْمِ طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُ وْ سُ الشَّیٰطِیْنِ فَاِ نَّھُمْ لَاٰکِلُوْنَ مِنْھَا فَمَالِئُوْنَ مِنْھَا الْبُطُوْنَ ثُمَّ اِنَّ لَھُمْ عَلَیْھَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ﴾ ۴

جہنمیوں کی گردن میں طوق پڑے ہوں گے اور پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوں گی اور (مجرموں کی طرح) انہیں گھسیٹ کر کھولتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، پھر آگ میں دھونکا یا جائے گا !

﴿اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْ اَعْنَاقِھِمْ وَالسَّلَاسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾ ۵

---

۱ سُورۃ ھُود : ۱۰۶ و سُورۃ الانبیاء : ۱۰۰ ۲ سُورۃ الحج : ۱۹ تا ۲۲ ۳ سُورۃ المؤمنون : ۱۰۴
۴ سُورۃ الصّٰفٰت : ۶۲ تا ۶۷ و سُورۃ الدخان : ۴۳ تا ۴۸ ۵ سُورۃ الغافر : ۷۱، ۷۲

کافروں کو ستر گز لمبی زنجیروں جکڑ کر جہنم میں لایا جائے گا !

﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴾ ۱

جہنم کے پہرے پر نہایت زبردست قوت والے اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کرتے (یعنی نہ وہ جہنمی پر رحم کھائیں گے اور نہ انہیں چکمہ دے کر کوئی جہنم سے نکل سکے گا) ! ﴿ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ ۲

اس کے علاوہ بھی قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں عذاب کی تفصیلات مذکورہ ہیں جن سے جہنم کی وحشت نا کی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ! اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ

جامعہ مدنیہ جدید کی ڈاکومنٹری

DOCUMENTARY OF JAMIA MADNIA JADEED

جامعہ مدنیہ جدید کی صرف آٹھ منٹ پر مشتمل مختصر مگر جامع ڈاکومنٹری تیار کی جاچکی ہے

جس میں جامعہ کا مختصر تعارف اور ترقیاتی و تعمیراتی منصوبہ جات دکھائے گئے ہیں

جس کا لنک درج ذیل ہے قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں :

https://bit.ly/2KLNsOf

---

۱ سُورۃ الحاقۃ : ۳۰ ، ۳۱ ۲ سُورۃ التحریم : ۶

عذابِ قبر اَحادیث کی روشنی میں

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور﴾

تمام اہلِ سنت والجماعت کا مُسَلَّمہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد قبر میں اُس کی روح کا اُس کے جسم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے ایک قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اور وہ احساس وادراک کرنے لگتا ہے پھر اُس سے سوال وجواب ہوتا ہے اور اگر وہ مسلمان اور نیک ہو تو اُسے ثواب ملتا ہے اور اگر کافر یا گنہگار ہو تو اُسے عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے ! !

عذاب وثواب کے لیے ضروری نہیں کہ مرنے والے کا جسم صحیح وسالم ہو اور وہ قبر ہی میں ہو بلکہ اگر کوئی جل کر راکھ ہو جائے یا اُسے درندے وغیرہ کھالیں اور اُسے ظاہری قبر نہ ملے تب بھی اُسے ثواب یا عذاب ہوتا ہے ! اللہ تعالیٰ اُس کے ذرّات سے اُس کی روح کا تعلق قائم فرما دیتے ہیں جس سے اُنہیں ثواب یا عذاب کا اِدراک واحساس ہوتا ہے ! ! !

عذاب وثوابِ قبر قرآنِ کریم کی متعدد آیات، احادیثِ متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے ! ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ پیش کی جارہی ہیں جن میں بڑی صراحت کے ساتھ عذاب وثوابِ قبر کا تذکرہ آیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ یَهُوْدِیَّةً دَخَلَتْ عَلَیْهَا فَذَکَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰی صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی اور عذابِ قبر کا تذکرہ کر کے اُنہیں یہ دُعا دینے لگی کہ اللہ تمہیں عذابِ قبر سے بچائے

[1] مشکوة المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر رقم الحدیث ۱۲۸

حضرت عائشہؓ نے رسولِ اکرم ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر حق ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے پناہ طلب نہ کی ہو''

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَیُقْعِدَانِهٖ فَیَقُوْلَانِ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَیُقَالُ لَهُ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ فَیَرَاهُمَا جَمِیْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَیُقَالُ لَهٗ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَایَقُوْلُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَهٗ لَا دَرَیْتَ لَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَةً فَیَصِیْحُ صَیْحَةً یَّسْمَعُهَا مَنْ یَّلِیْهِ غَیْرُ الثَّقَلَیْنِ.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : (مرنے کے بعد) بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی (یعنی اُس کے جنازہ کے ساتھ آنے والے) چل دیتے ہیں (اور اَبھی وہ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ) اُن کی جوتیوں کی چاپ وہ سن رہا ہوتا ہے تو اُسی وقت اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اِس کو بٹھاتے ہیں پھر اِس سے پوچھتے ہیں کہ تم اِن صاحب کے بارے میں کیا کہتے تھے ؟ اُن کا یہ سوال حضرت محمد ﷺ کے متعلق ہوتا ہے پس جو سچا مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے میں (گواہی دیتا رہا ہوں اور اب بھی) گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولِ برحق ہیں ! (یہ جواب سن کر) فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ (ایمان نہ لانے کی صورت میں) دوزخ میں جو تمہاری

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر رقم الحدیث ۱۲۶

جگہ ہونے والی تھی ذرا اُس کو دیکھ لو ! اب اللہ نے بجائے اُس کے تمہارے لیے جنت میں ایک جگہ عطا فرمائی ہے اور (وہ یہ ہے) اِس کو بھی دیکھ لو (یعنی دوزخ اور جنت دونوں مقام اُس کے سامنے کردیے جاتے ہیں) چنانچہ وہ دونوں کو ایک ساتھ دیکھتا ہے ! اور جو منافق اور کافر ہوتا ہے تو اِسی طرح (مرنے کے بعد) اُس سے بھی (رسول اکرم ﷺ کے متعلق) پوچھا جاتا ہے کہ اِن صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے تھے ؟ پس وہ منافق اور کافر کہتا ہے کہ میں اِن کے بارے میں خود تو کچھ نہیں جانتا، دوسرے لوگ جو کہا کرتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا (اُس کے اِس جواب پر) اُس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ تو خود جانا اور نہ (جان کر ایمان لانے والوں کی) تو نے پیروی کی ،اور لوہے کے گرزوں سے اُس کو مارا جاتا ہے جس سے وہ اِس طرح چیختا ہے کہ جن و اِنس کے علاوہ اُس کے آس پاس کی ہر چیز اُس کا چیخنا سنتی ہے''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِرَ الْمَیِّتُ اَتَاهُ مَلَکَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْکَرُ وَلِلْاٰخِرِ النَّکِیْرُ فَیَقُوْلَانِ مَاکُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ کَانَ مُؤْمِنًا فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ یُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ زِرَاعًا فِیْ سَبْعِیْنَ ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهٗ فِیْهِ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ نَمْ فَیَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ فَیَقُوْلَانِ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَایُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ ذَالِکَ، وَاِنْ کَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلاً فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْلُ ذَالِکَ فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ اِلْتَئِمِیْ عَلَیْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ ذَالِکَ .[1]

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر رقم الحدیث ۱۳۰

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : جب میت کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو اُس کے پاس دو کالے کیری آنکھوں والے فرشتے آجاتے ہیں جن میں سے ایک کو ''مُنکَر'' اور دوسرے کو ''نکیر'' کہا جاتا ہے وہ دونوں اُس سے پوچھتے ہیں کہ تو اِن صاحب (حضرت محمد ﷺ) کی نسبت کیا کہتا تھا ؟ اگر وہ مؤمن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا، اِس کے بعد اُس کی قبر لمبائی اور چوڑائی میں ستر ستر گز کشادہ کردی جاتی ہے ! اور اُس کے لیے قبر میں روشنی کردی جاتی ہے پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا، وہ کہتا ہے (میں چاہتا ہوں) کہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں تاکہ اُن کو اپنے اِس حال سے باخبر کردوں ! فرشتے اُس سے کہتے ہیں تو اُس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی شخص جگاتا ہے جو اُسے سب سے زیادہ محبوب ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اُس جگہ سے اُٹھائیں۔

اور اگر مرنے والا منافق ہوتا ہے تو فرشتے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں کہتا تھا لیکن میں (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا ! (منافق کا یہ جواب سن کر) فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ یقیناً تو یہی کہے گا، اس کے بعد زمین سے کہا جاتا ہے کہ اِس پر مل جا، چنانچہ زمین اُس پر مل جاتی ہے اور اُس مردہ کو اِس طرح دباتی ہے کہ اُس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں نکل آتی ہیں وہ اِسی طرح عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اُس جگہ سے اُٹھائیں''

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَأْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ؟ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ؟ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ وَمَا یُدْرِیْکَ فَیَقُوْلُ قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَآمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ فَذَالِکَ قَوْلُہٗ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ اَلْآیَة، قَالَ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّةِ وَا فْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ فَیُفْتَحُ وقَالَ فَیَأْتِیْہِ مِنْ رَوْحِھَا وَطِیْبِھَا وَیُفْسَحُ لَہٗ فِیْھَا مُدَّ بَصَرِہٖ وَاَمَّا الْکَا فِرُ فَذَکَرَ مَوْتَہٗ قَالَ وَیُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ وَیَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ کَذَبَ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی النَّارِ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ حَرِّھَا وَسَمُوْمِھَا قَالَ وَیُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْہِ اَضْلَاعُہٗ ثُمَّ یُقَیَّضُ لَہٗ اَعْمٰی اَصَمُّ مَعَہٗ مِرْزَبَةٌ مِّنْ حَدِیْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِھَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا فَیَضْرِبُہٗ بِھَا ضَرْبَةً یَسْمَعُھَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ فَیَصِیْرُ تُرَابًا ثُمَّ یُعَادُ فِیْہِ الرُّوْحُ ۔ ؂۱

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قبر میں مردہ کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے بٹھا کر اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے ؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے ؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے ! پھر فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں کہ جو صاحب (خدا کی طرف سے) تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے وہ کون ہیں ؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ﷺ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ باتیں تجھے کیسے معلوم ہوئیں ؟ وہ کہتا ہے

؂۱ مشکوة المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر رقم الحدیث ۱۳۱

میں نے اللہ کی کتاب (قرآنِ پاک) کو پڑھا اور اُس پر ایمان لایا اور اُس کی تصدیق کی، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ کا یعنی اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتے ہیں اُن لوگوں کو جو قولِ ثابت پر ایمان لائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا اِس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اِسے جنت کی پوشاک پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو ! چنانچہ جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اس جنت کے دروازہ سے) اُس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور تاحدِّ نظر اُس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے ! ! !

اب رہا کافر تو آپ ﷺ نے اُس کی موت کا بھی تذکرہ کیا اور فرمایا اُس کی روح اُس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے اور اُس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں جو اُسے بٹھا کر اُس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے ؟ وہ کہتا ہے ھَاہْ ھَاہْ میں کچھ نہیں جانتا، پھر وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے ؟ وہ کہتا ہے ھَاہْ ھَاہْ میں کچھ نہیں جانتا، پھر وہ پوچھتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تمہاری طرف خدا کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے ؟ وہ کہتا ہے ھَاہْ ھَاہْ مجھے کچھ نہیں پتا، پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے، اِس نے جھوٹ کہا، اِس کے لیے آگ کا فرش بچھاؤ، آگ کا لباس اِسے پہناؤ اور اِس کے لیے ایک دروزاہ دوزخ کی طرف کھول دو ! حضور علیہ السلام فرماتے ہیں دوزخ سے اِس کے پاس گرم ہوائیں اور لُوئیں آتی ہیں، فرمایا: اِس کی قبر اِس کے لیے تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں اِدھر نکل آتی ہیں پھر اِس پر ایک اندھا بہرہ فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک ایسا گرز

ہوتا ہے کہ اگر اِس کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہوجائے، وہ فرشتہ اُس کو اُس گرز سے اِس طرح مارتا ہے کہ (اُس کے چیخنے چلانے کی آواز) مشرق سے مغرب تک تمام مخلوق سنتی ہے سوائے جن واِنس کے، اِس مارنے سے وہ مردہ مٹی ہوجاتا ہے، اِس کے بعد پھر اُس کے اندر رُوح ڈالی جاتی ہے''

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ لِبَنِی النَّجَّارِ عَلٰی بَغْلَۃٍ لَہٗ وَنَحْنُ مَعَہٗ اِذْ حَادَتْ بِہٖ فَکَادَتْ تُلْقِیْہِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّۃٌ اَوْ خَمْسَۃٌ فَقَالَ مَنْ یَّعْرِفُ اَصْحَابَ ھٰذِہِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا. قَالَ فَمَتٰی مَاتُوْا قَالَ فِی الشِّرْکِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِھَا فَلَوْلَا اَنْ لَا تَدَا فَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ ما ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ قَالُوْانَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ.[1]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز جبکہ آنحضرت ﷺ بنونجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک خچر بدک گیا قریب تھا کہ آپ کو گرادے، ناگہاں پانچ چھ قبریں نظر آئیں آپ نے فرمایا اِن قبر والوں کو کوئی جانتا ہے ؟ ایک صاحب بولے میں جانتا ہوں، آپ نے پوچھا یہ کب مرے تھے ؟ اُن صاحب نے عرض کیا کہ یہ شرک کی حالت میں مرے تھے، آپ نے فرمایا: یہ اُمت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے (یعنی اِن لوگوں پر اِن کی قبروں میں عذاب ہورہا ہے) اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں ضرور اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذابِ قبر

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر رقم الحدیث ۱۲۹

کی آواز سنا دے جس کو میں سُن رہا ہوں، اس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا آگ کے عذاب سے پناہ مانگو ! صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم آگ کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں ! پھر فرمایا قبر کے عذاب سے پناہ مانگو ! صحابہؓ نے عرض کیا ہم قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں ! پھر فرمایا ظاہری اور باطنی فتنوں سے پناہ مانگو ! صحابہؓ نے عرض کیا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں ! پھر فرمایا: دجال کے فتنہ سے پناہ مانگو ! صحابہؓ نے عرض کیا ہم دجال کے فتنہ سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں'' !

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُ ھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ، ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا نِصْفَیْنِ فَغَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا قَالَ لَعَلَّہٗ یُخَفَّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا .[1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے (اُنہیں دیکھ کر) فرمایا اِن دونوں قبر والوں کو عذاب ہورہا ہے ! اور عذاب بھی کسی بڑی چیز میں (اِبتلاء کی وجہ سے) نہیں ہورہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) اِن میں ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا ! پھر آپ نے (کھجور کی) ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا اور اُنہیں ایک ایک کرکے دونوں قبروں پر گاڑھ دیا ! صحابہ کرامؓ نے (یہ دیکھ کر) پوچھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ایسے کیوں کیا ؟ آپ نے فرمایا (اِس عمل سے) شاید اِن کے عذاب میں (اُس وقت تک کے لیے) کچھ تخفیف ہوجائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں''

❁ ❁ ❁

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء رقم الحدیث ۳۳۴

دُنیا کی حرص وطمع

﴿ حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوریؒ، انڈیا ﴾

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واشگاف ہوتی ہے کہ دُنیا کی طلب اور اس کی حرص اتنی کہ انسان کو آخرت سے غافل کردے اور اس کو دُنیا کا غلام بنا دے بڑی مذموم اور بُری چیز ہے ! یہ صحیح ہے کہ اسلام دُنیا سے بالکل بے تعلق ہونے کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس کی تعلیم تو یہ ہے کہ ﴿اِنْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''زمین میں پھرو اور اللہ کے فضل ونعمت کو حاصل کرو'' قرآن پاک میں جگہ جگہ اِنفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے ! یہ انفاق بلا کسبِ مال کے کیسے ہوسکتا ہے ؟ فقراء، مساکین، یتامیٰ اور بے کسوں اور لاچاروں کی امداد واعانت بہترین عمل ہے اس کے لیے ضرورت ہے کہ انسان کے پاس پیسہ ہو ! اس لیے جائز طریقہ پر مال حاصل کرنا ضروری ہے ! قرآن واحادیث میں ہمیں اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں خود صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے !

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت تھی جس کا شمار اُونچے درجہ کے مالداروں میں ہوتا تھا حضرت عثمانؓ عرب کے مشہور تاجر تھے، حضرت ابوبکرؓ کی ابتدائی زندگی میں امیرانہ جاہ وشکوہ تھا ! حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس جو دولت تھی اُس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو اَسّی اَسّی ہزار درہم ملے تھے [۱] اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بیوی کے حصہ میں تراسی ہزار روپیہ آیا تھا !

حضرت زبیرؓ عرب کے مالدار ترین آدمی تھے ان کے پاس صرف غلاموں کی تعداد ایک ہزار تھی ! [۲] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے پاس ستر ہزار درہم تھے ! اسی طرح تابعینؒ میں ایک بڑا طبقہ مالداروں کا تھا، ائمہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ثروت ومالداری زبان زدِ عوام ہے

---

[۱] جامع بیان العلم ص۱۲۰ ج۲ [۲] ایضاً

فقیہ مصر امام لیث زبردست تاجر تھے ! حضرت عبداللہ بن مبارک کا لقب ہی ''التاجر السفار'' پڑ گیا تھا ! حضرت امام وکیع ایک لاکھ سے کاروبار کیا کرتے تھے !

غرض صحابہ سے لے کر تابعین اور تبع تابعین تک جو خیر القرون کا زمانہ تھا اور دین کا گھر گھر چرچا تھا اور عہدِ نبوت سے قرب تھا، ہر شخص کے دل میں دین کا سودا تھا اُس وقت بھی کسی نے مال و دولت کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور دُنیا سے انقطاع کی دعوت نہیں دی اور بلاوجہ فقر و فاقہ کی زندگی کو اختیار نہیں کیا ! خود حضورِ اکرم ﷺ نے فقر و فاقہ سے پناہ طلب کی ہے ! اور اُمت کو اِس کی تعلیم دی ہے آپ ﷺ دُعا فرماتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْفَاقَةِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّ لَّةِ. (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶)

''اے اللہ ! میں تیرے ذریعہ محتاجی اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں اور مال کی کمی اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں''

کبھی آنحضرت ﷺ دُعا میں فرماتے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَافِیَةَ وَالْغِنَاءَ

''اے اللہ ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری اور غناء کا خواستگار ہوں''

ایک حدیث میں فرمایا گیا :

مَنْ رُزِقَ الدُّنْیَا عَلَی الْاِخْلَاصِ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَعِبَادَتِهٖ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ مَاتَ وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ.

''جو شخص اخلاص اور اللہ کی بلا شرکتِ غیر عبادت اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی بناء پر رزق عطاء کیا گیا تو اُس کا انتقال اس حال میں ہوگا کہ اللہ اُس سے راضی رہے گا''

اور ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : لَا تَضُرُّكُمُ الدُّنْیَا اِذَا شَكَرْتُمُوا اللّٰهَ

''تم نے اگر اللہ کا شکر ادا کیا تو دُنیا تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی''

غرض نیتِ خالص کے ساتھ ، اللہ کی رضا جوئی کے لیے ، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے ، اہلِ حاجت کی اعانت و دستگیری کے لیے دُنیا کا حاصل کرنا اور مال و دولت کا جمع کرنا کبھی بھی مذموم نہیں رہا ہے اور نہ شریعت نے اس سے روکا ہے ! بلکہ بسا اوقات نفل عبادتوں پر طلبِ رزق کا مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے ! اہل وعیال کی پرورش انسان کا فریضہ ہے اور اِس فریضہ کی ادائیگی نفلی عبادتوں سے کہیں اہم ہے ! ! !

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام دُنیا سے الگ ہو کر زندگی گزارنے کی دعوت نہیں دیتا ہے ! اور نہ کسبِ مال اس کے نزدیک فی نفسہ برا عمل ہے ! بلکہ جو چیز اسلام کی نگاہ میں بُری ہے اور جس کی وجہ سے دُنیا اور اہلِ دُنیا کی مذمت کی جاتی ہے وہ دُنیا کی حد سے زیادہ لالچ اور حرص ہے ! جو اِنسان کو آخرت سے غافل بنا دیتی ہے اور انسان دُنیا میں پھنس کر اپنے پیدا کرنے والے کو بُھلا بیٹھتا ہے ! آخرت سے اُس کا رشتہ کمزور ہو جاتا ہے اسے دن رات صرف پیسہ کمانے اور دولت جمع کرنے کی فکر رہتی ہے خواہ یہ دولت کسی طریقہ سے بھی حاصل ہوتی رہے ! وہ فرائض و واجبات کا بھی تارک بن جاتا ہے مال کی حرص اس کو بے چین اور پراگندہ خاطر بنائے رہتی ہے ! دوسروں کی دولت کو دیکھ کر اس میں حسد و طمع کا عارضہ پیدا ہوتا ہے اور ناشکری کے جذبات پرورش پاتے ہیں ! وہ اپنے مال کو غلط جگہ پر لگاتا ہے اور اپنے سے کم مال والے کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے ! دین و شریعت کا اُس کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں رہتا ! ! !

غرض جب حرص و آز اِس درجہ کو پہنچ جائے اور دُنیا اس درجہ مطلوب ہو جائے کہ شرعی قوانین و اخلاق کی بھی انسان پروانہ کرے اور انسان اللہ کا بندہ ہونے کے بجائے روپے پیسے کا بندہ بن جائے تو بلا شبہہ ایسے شخص کے لیے کتاب وسنت میں سخت وعید ہے ! قرآن کا ارشاد ہے :

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴾ (النّٰزعٰت : ۳۷)

''جس نے سرکشی کی اور دُنیاوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اُس کا ٹھکانا جہنم ہے''

سورۂ یونس میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ انسان کی اگر یہی خواہش ہے کہ اسے دُنیا حاصل ہو جائے تو اُسے دنیا دے دی جاتی ہے مگر ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ! فرمایا گیا : جو دُنیا کی زندگی اور اِس کی آرائش چاہتا ہے ہم اُس کے اعمال کا بدلہ بلا کسی کمی کے دُنیا ہی میں پورا پورا دیتے ہیں ! یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں سوائے آگ کے ! انہوں نے جو کچھ کیا سب اَکارت گیا اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے ! ! ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا :

﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ﴾ [1]

''اور یہ دُنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے''

ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ [2]

''دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ شیطان تم کو اللہ کے بارے میں دھوکے میں رکھے''

یہ دولت کے جمع کرنے والے بیشتر وہ ہوتے ہیں جنہیں نہ دین کی پروا ہوتی ہے اور نہ انسانی اخلاق کی ! وہ اپنے کو ہر قانون سے بری سمجھتے ہیں ! وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جو کمایا ہے یہ اُن کی عقل و دانش اور سعی و عمل کا فیض ہے وہ اس دولت کو اپنے لیے رحمت سمجھتے ہیں اور ان کے تمرد، سرکشی اور ناشکری اور کفرانِ نعمت کے باوجود بھی جو اُن کے پاس دُنیا سمٹتی آرہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا خدا اِن سے راضی ہے ! حالانکہ ان کے اس سرکشی اور کفرانِ نعمت کے بعد بھی دُنیا نے جو اُن پر اپنا دروازہ کھول دیا ہے یہ خدا کا عذاب ہے، یہ فتنہ اور آزمائش ہے ! جس کا انہیں اپنی غفلت، بے پروائی اور آخرت فراموشی کی وجہ سے اِدراک نہیں ہو پاتا ! یہ عذاب کی وہ رسی ہے جس میں ہر آنے والے دن وہ گستے چلے جا رہے ہیں ! قرآن میں آنحضور ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا :

﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [3]

---

[1] سُورۃ العنکبوت : ۶۴ [2] سُورۃ الفاطر : ۵ [3] سُورۃ طٰہٰ : ۱۳۱

''آپ اس چیز کی طرف نگاہ نہ کریں جو ہم نے اِن کافروں میں سے کچھ کو اِس دنیا میں فائدہ اُٹھانے کے لیے دے رکھا ہے ! یہ محض دنیا کی رونق ہے ہم ان کو آزمانا چاہتے ہیں ! آپ کے رب کا رزق زیادہ بہتر اور زیادہ پائیدار ہے''

بہرحال یہ سمجھ لینا کہ مال و دولت کی کثرت اور راحت و آرام کی زندگی معصیت اور حقوق ناشناسی کے باوصف بھی جو حاصل ہے یہ خدا کا فضل ہے، یہ نفس کا فریب اور شیطان کا دھوکہ ہے ! آخرت کو نظر انداز کرکے اور خدا سے غافل ہوکر زندگی گزارنے والا شخص بہرحال اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا ! دیر یا سویر اُس کو اپنی اس غفلت اور آخرت فراموشی کا مزہ چکھنا ہے بلکہ بسا اوقات اس کی یہ دولت خود اُس کے لیے عذاب بن جاتی ہے اور وہ اس دُنیا ہی میں اس عذاب کا مزہ چکھ لیتا ہے !

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ عذاب آسمانی عذاب کی طرح کوئی عذاب ہو بلکہ یہ بھی اللہ کا زبردست عذاب ہے کہ انسان سے خیر و شر کی تمیز اُٹھ جائے ! اس کی سرکشی اور اللہ سے بغاوت بڑھتی جائے، گمراہی و شقاوت کی تہ دَبیز سے دَبیز تر ہوتی جائے ! حرص و طمع کی وجہ سے وہ لوگوں میں بدنام اور حقیر ہو ! اس کی اولاد نافرمان ہو ! ذہن کا سکون اور قلب کا اطمینان غائب رہے ! یہ ساری شکلیں عذاب ہی کی ہیں اور شاید ہی کوئی بندۂ دُنیا ایسا ہوگا جس کے ساتھ عذاب کی ان شکلوں میں سے کوئی شکل نہ پائی جاتی ہو ! ! !

نیز جب مال و زر کی کثرت ہوتی ہے اور انسان شرعی و اخلاقی قیود سے آزاد رہتا ہے تو عموماً اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں جس سے پوری سوسائٹی گندی ہوتی ہے ! چوری، زنا، قتل و غارت گری، بغض و عداوت، حسد و طمع وغیرہ سینکڑوں بیماریاں ہر روز جنم لیتی ہیں ! ! !

آنحضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ :

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر دِرہم و دینار اور سونے چاندی کے دروازے کھول دیتے ہیں تو اُس قوم میں قتل و خونریزی اور رشتہ داروں سے قطع تعلق پیدا ہو جاتا ہے'' [۱]

---

[۱] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۱

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا :

''دنیا سے بے رغبتی قلب کو آرام پہنچاتی ہے اور دُنیا کی خواہش رنج و غم کو زیادہ کرتی ہے'' ؎۱

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ مال و دولت جس طرح انسان کی راحت و آرام کا باعث ہے اسی طرح جب انسان کی حرص و طمع بڑھ جائے اور دوسروں کے حقوق پامال ہونے لگیں اور انسان کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ ہی سب کچھ ہو جائے تو یہی مال اس کے لیے لعنت اور عذاب بن جاتا ہے !

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے :

''جب تم دیکھو کہ اللہ کسی کو دُنیا دے رہا ہے اور وہ انسان معاصی میں پڑا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل دی گئی ہے''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا :

''چھ چیزیں انسان کے عمل کو ضائع کر دیتی ہیں : (۱) مخلوق کے عیوب میں لگنا (۲) دل میں قساوت کا ہونا (۳) دنیا کی محبت میں پڑنا (۴) حیا کا کم ہونا (۵) بڑی اُمیدیں رکھنا (۶) ظلم سے باز نہ رہنا'' ؎۲

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی حرص و ہوس انسان سے جواں مردی کے اوصاف ختم کر دیتی ہے اور اُس کو بزدل بنا دیتی ہے اور لوگوں کے دل سے اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے ! !

اور ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

اِذَا عَظُمَتْ اُمَّتِیْ الدُّنْیَا نُزِعَتْ عَنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ

''جب میری اُمت دُنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت چھین لی جائے گی''

آج مسلمانوں کی حالت پر غور کرو اور دیکھو کس طرح یہ حدیث اُن پر حرف بحرف صادق آ رہی ہے ! دُنیا کمانے کی فکر، مال و متاع اور عیش و تنعم کی خواہش نے ان کو آخرت سے غافل کر دیا ہے ! ! دنیا کو اس نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور اس دنیا کے سامنے اُسے آخرت کی زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے ! !

؎۱ جامع الصغیر ج ۲ ص ۸ ؎۲ جامع الصغیر ج ۲ ص ۱۹

دُنیا کی چمک دمک نے اس کی نگاہ کو خیرہ کر دیا ہے اور آج مسلمان اسلامی اخلاق وکردار کو پامال کرتے ہوئے ہر طرح دنیا کما رہا ہے ! جائز وناجائز اور حلال وحرام کی اسے قطعاً پروانہیں ہے ! لیکن کیا مال ودولت کی کثرت کے باوجود بھی انہیں عزت وآبرو کا وہ مقام حاصل ہو سکا جو ایک باغیرت قوم کے لیے باعثِ افتخار ہوا کرتا ہے ؟ !

اسلامی مملکتوں کو دیکھو ان کی زمین سے دولت کے چشمے اُبل رہے ہیں ! عیش وتنعم کے سارے اسباب مہیا ہیں اور ان کا معیارِ زندگی بلند سے بلندتر ہو گیا ہے لیکن کیا اس زندگی سے ان کی وہ ہیبت وشان بھی باقی ہے جس سے قیصر وکسرٰی کے محلات لرزتے تھے ! کیا آج بھی وہی مسلمان ہیں جن کے نام سے قصرِ باطل میں زلزلہ پیدا ہوتا تھا ! ! آج تو دولت کی اس ریل پیل کے باوجود آبرو کی زندگی سے بھی اُمتِ مسلمہ محروم ہے اور اس کی عظمتِ گزشتہ کا ہلکا سا نشان بھی باقی نظر نہیں آتا ! !

دنیا کمانے کا جذبہ جب انسان میں حد سے فزوں ہو جاتا ہے تو اس کا دل ہر وقت دنیا کے افکار سے ہی گھرا رہتا ہے ! اس سے اس کا اطمینان رُخصت ہو جاتا ہے اور اگر کبھی اس کی تجارت فیل ہوگئی یا اس میں نقصان ہو گیا یا اسے اور کسی مادّی خسارے سے دوچار ہونا پڑا تو راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے اور غم سے نڈھال ہو کر پڑ جاتا ہے ! یہ دن رات کا مشاہدہ ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ! ! !

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا :

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا مَا کَانَ لِلّٰہِ مِنْھَا.(المراسیل لابی داوٗد :۵۰۲)

''دنیا ملعون اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے اُس حصہ کے جو اللہ کے لیے ہو''

(یعنی جو کام اللہ کے لیے دنیا میں رہ کر کیا جائے وہ تو مقبول ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب خیر سے خالی ہے)

دنیا انسان کے لیے امتحان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مختلف گُل بوٹوں سے سجا کر اور اس میں عیش وتنعم کا ہر طرح کا سامان پیدا کر کے اپنے بندہ کو آزمانا چاہتا ہے کہ میرا بندہ دنیا کی ان نمائشی چیزوں کو دیکھ کر اور اس میں رہ کر مجھے یاد رکھتا ہے یا دنیا کی اس چمک دمک سے خیرہ ہو کر مجھ سے غافل ہو جاتا ہے !

اور میرے احکام سے آنکھ بند کر کے اور میرے مقرر کردہ ضابطۂ حیات سے بے پروا ہو کر زندگی گزارتا ہے ! اس بات کو اِس حدیث میں بیان کیا گیا ہے :

اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ .[1]

''دنیا بہترین سرسبز وشاداب جگہ ہے اور اللہ اس میں تم کو پیدا کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ تم لوگ کیسے عمل کرتے ہو''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا :

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ.[2]

''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''

مطلب یہ ہے کہ جس کا ایمان آخرت پر ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہاں کی زندگی چند روزہ ہے ! یہ گھر دارِ قرار نہیں دارِ فرار ہے ! وہ اس دنیا سے اس طرح گھبراتا ہے جس طرح قیدی قید خانہ سے ! قیدی کو قید خانہ میں آرام وراحت کا کتنا بھی سامان مہیا ہو وہ چاہتا ہے کہ جلد از جلد یہاں سے نکلے ! اسی طرح مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ مطمحِ نظر دنیا کو نہیں آخرت کو بناتا ہے اور اُس گھر میں منتقل ہونے کے لیے بے چین رہتا ہے ! دنیا کی آرائش وزیبائش اسے بالکل نہیں بھاتی، بخلاف کافر کے کہ وہ دنیا ہی کو اصلی گھر سمجھتا ہے ! اس کے پیشِ نظر صرف یہی زندگی رہتی ہے اس لیے وہ یہاں رہ کر اپنے لیے زیادہ سے زیادہ عیش وراحت کا سامان جمع کرتا ہے ! ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ

''جو اِس حال میں صبح کرے کہ اُس کا سب سے بڑا مقصد دُنیا ہی ہو تو اللہ کے یہاں اُس کا کوئی مقام نہیں ہوتا ! اللہ اس کے قلب میں چار چیزیں اللہ پیدا کر دیتا ہے جو اُس کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں : ''غم'' جس سے اس کو کبھی چھٹکارا نہیں رہتا ! ''مشغولیت'' جس سے وہ کبھی فارغ نہیں رہتا ! ''فقر'' کہ وہ کبھی غنا کو پہنچ ہی نہیں پاتا ! ''اُمید'' کہ اِس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہوتی ہے''[3]

---

[1] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۱۴۵ [2] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۱۵۸ [3] احیاء العلوم ص ۱۷۶ ج ۲

اہلِ دنیا کی زندگی کا جائزہ لو اور پھر دیکھو کہ جو چار چیزیں اس حدیث میں بیان کی گئی ہیں کیا ان کی زندگی اور زندگی کے شب و روز اس حدیث کی حقانیت و صداقت کا کھلا اعلان نہیں کر رہے ہیں ؟ کیا مال و دولت کی کثرت نے ان کو فکر و غم سے نجات بخش دی ہے ؟ کیا ایک ایک پیسہ کے لیے اب بھی وہ تگ و دو نہیں کر رہے ہیں ؟ کیا ان کی تمنائیں و آروزئیں پوری ہوگئیں ؟ سکون و راحت کا کوئی لمحہ انہیں میسر ہے ؟ سچ ہے دُنیا میں پڑ کر دنیا کے چکر سے نکلنا بڑا دُشوار اَمر ہے یہاں ہر روز ایک نئی خواہش اُبھرتی ہے اور جنم لیتی ہے ! کتنی بھی انسان کے پاس دولت ہو جائے وہ ایک پیسہ کے لیے ہزار طرح کی مشقت برداشت کرتا ہے ! اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ [۱]

''غنا مال کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل غنی نفس کا غنا ہے''

☆ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کے نزدیک دُنیا کی حقیقت مٹی سے زیادہ نہیں تھی ! [۲]

☆ حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ قلب میں جب دُنیا کی محبت اور گناہ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے تو قلب متوحش رہتا ہے اس لیے کہ قلب میں خیر کا گزر نہیں ہو پاتا ! [۳]

☆ حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابو درداء کو لکھا کہ میرے بھائی دُنیا سے بچو دُنیا اتنی نہ جمع کرو کہ تم سے اُس کا شکر ادا نہ ہو سکے ! [۴]

☆ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ یہ صدا لگاتا ہے کہ ''تھوڑا مال جو تمہیں کافی ہو وہ اُس زیادہ سے بہتر ہے جو تم کو سرکش بنا دے'' ! [۵]

☆ حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ حرص دو طرح کی ہوتی ہے: ایک نافع اور ایک ضار ! ''نافع'' تو وہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اور اُس کے احکام کی بجا آوری کا حریص رہے اور ''ضار'' وہ ہے کہ اِنسان دنیا کا حریص ہو جائے ! (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۶۱)

---

[۱] صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۴۴۶ [۲] احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۸۳ [۳] ایضاً [۴] ایضاً ص ۲۰۰ [۵] ایضاً ص ۲۰۷

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ دُنیا کی حرص اور اُس کی محبت اس درجہ پیدا ہو جائے کہ انسان کے دل سے آخرت کا خیال ختم ہو جائے، وہ حلال و حرام کی بھی پروا نہ کرے، دوسروں کے حقوق پامال ہوں، دنیا کی زندگی ہی اس کی نظر میں سب کچھ ہو جائے وہ بڑا قابلِ ملامت انسان ہے ! ! !

اگر چند باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو انسان بڑی حد تک دُنیا کی حرص و طمع سے محفوظ رہ سکتا ہے :

☆ اوّل : وہ اُن آیات و اَحادیث میں بار بار غور کرے جن میں دُنیا اور اہلِ دُنیا کی مذمت ہے !

☆ دوم : وہ اپنے انجام پر غور کرے اور یہ کہ اسے دُنیا میں کتنے روز رہنا ہے اور اس دُنیا سے وہ کہاں تک فائدہ اُٹھا سکتا ہے !

☆ سوم : اللہ والوں کی زندگی کا مطالعہ کرے اور اس زندگی کا اہلِ دُنیا کی زندگی سے موازنہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ کس کی زندگی سکون و عافیت اور آرام و چین کی زندگی ہے ! خاص طور پر انبیاءِ اور صحابہ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرے !

☆ چہارم : اللہ کے غضب اور اُس کی صفتِ قہر و جلال کو سامنے رکھے جس سے آخرت فراموشوں کو سامنا کرنا پڑے گا !

☆ پنجم : صبر و قناعت، توکل اور زُہد فی الدنیا کے فضائل پر غور کرے !

☆ ششم : وہ دیکھے کہ عام طور پر اہلِ دُنیا میں خطرناک اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً حسد، کینہ، ظلم، بخل وغیرہ اور پھر اِن امراض کے نقصانات پر غور کرے !

ان چند اُمور کا لحاظ کرنا ان شاء اللہ دُنیا کی حرص و طمع سے نجات دلانے کے لیے کافی ہوگا ! ! !

(مطبوعہ ماہنامہ انوار مدینہ نومبر ۱۹۹۲ء)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آڈیو بیانات (درسِ حدیث) جامعہ کی ویب سائٹ پر سُنے اور پڑھے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org

استفادہ کی چند بنیادیں

مولانا محمد بن محمد سرور، تخصص فی علوم الحدیث
جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

❁ ❁ ❁

تمہید وترغیب :

انسان اپنی زندگی میں حضراتِ اکابر علماءِ کرام اور اولیاء اللہ کے وجود کو غنیمت جانے اور اُن سے استفادہ کی خوب کوشش کرے ! چاہے وہ زیارت اور مصافحہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ہرگز سستی نہ دکھائے تاکہ اُن کے علوم وتجربات، برکات اور فیوضات سے کچھ روشنی حاصل کرلے اور محروم نہ رہ جائے ! کیونکہ بسا اوقات ان اکابر سے انسان وہ رمز اور اِشارہ حاصل کرلیتا ہے جو زندگی بھر کتابوں سے حاصل نہیں کرسکتا ! بصورتِ دیگر اِن اکابر کے جانے کے بعد انسان زندگی بھر افسوس اور پچھتاوے میں رہتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ کاش سستی کی بجائے چستی اور تاخیر کی بجائے تعجیل سے کام لے لیتا ! اور یہ سلسلہ شروع سے چلتا آرہا ہے کہ جنہوں نے بھی اس معاملے میں کچھ تاخیر کی پھر وہ زندگی بھر استفادہ کرنے کی خواہش اور تمنا ہی کرتے رہے چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تصنیف اَلرِّحْلُ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْثِ میں خاص طور پر ایک ایسی فصل قائم کی ہے جس میں اُنہوں نے اُن حضرات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے استفادہ اور طلبِ حدیث کے لیے کسی معین شیخ کی طرف رختِ سفر باندھا اور پھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ شیخ داعیٔ اَجل کو لبیک کہہ چکے ہیں اس پر وہ نہایت افسردہ ہوئے ! ! !

چنانچہ بطورِ ترغیب اور نصیحت چند حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے :

(۱) حماد بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ میں مکہ آیا جبکہ عطاء بن اَبی رباحؒ حیات تھے، میں نے سوچا کہ افطار کرنے (رمضان گزارنے) کے بعد ان کے پاس جاؤں گا لیکن ماہِ رمضان میں ہی ان کا انتقال ہوگیا ![۱]

---

[۱] الرحل فی طلب الحدیث ص ۱۷۱

(۲) عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ کہتے ہیں کہ میرا بصرہ جانے کا سبب ابن عونؒ کی زیارت کرنا تھا چنانچہ جب میں بنی دارا کے پلوں تک پہنچا تو ابنِ عونؒ کی وفات کی خبر مجھے پہنچ گئی ! ! اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا غم اور افسوس مجھے اُس وقت پہنچا ! ! ؎۱

(۳) علی بن عاصمؒ کہتے ہیں کہ میں اور ھشیم دونوں منصورؒ کی زیارت (اور استفادہ) کی غرض سے شہر واسط سے کوفہ کی طرف نکلے چنانچہ میں واسط سے نکل کر چند فرسخ ہی چلا تھا کہ ابومعاویہ یا کسی اور صاحب سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں ؟ تو جواباً اُنہوں نے کہا کہ میرے ذمہ کچھ قرض ہے اس کی ادائیگی کے لیے کچھ حیلہ کر رہا ہوں، علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلو، میرے پاس چار ہزار درہم موجود ہیں ان میں سے دو ہزار دِرہم آپ کے حوالے کر دیتا ہوں ! فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے لوٹا اور دو ہزار دِرہم ان کے سپرد کر کے وہاں سے نکل پڑا ! ھشیم صبح کے وقت کوفہ پہنچ چکے تھے جبکہ میں شام کے وقت پہنچا، ھشیم نے جا کر منصورؒ سے چالیس احادیث کا سماع کر لیا ! لیکن میں حمام میں داخل ہو گیا، جب صبح ہوئی تو میں منصورؒ کے دروازے پر گیا تو سامنے سے ایک جنازہ دیکھا ! میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ منصورؒ کا جنازہ ہے ! ! ! میں بیٹھ کر رونے لگا، وہاں ایک شیخ نے مجھ سے کہا کہ اے نوجوان کون سی چیز آپ کو رُلا رہی ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے اس غرض سے آیا تھا کہ اِس شیخ سے احادیث کا سماع کر لوں جبکہ وہ تو موت کی آغوش میں جا پہنچے ! ؎۲

ان واقعات سے انسان کو خوب سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اپنے اکابر سے استفادہ کرنے میں ہرگز کاہلی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ افسوس کا دامن ساتھ لگا رہتا ہے ! لہٰذا اُس کو چاہیے کہ ہمت اور چستی سے کام لے کر آگے بڑھے اور کوئی چیز استفادہ کرنے سے رُکاوٹ نہ بننے پائے ! ! !

موانعِ اِستفادہ اور اُن کا علاج :

چند اُمور ایسے ہیں جو طالب کے لیے استفادہ سے رُکاوٹ بنتے ہیں ان سے اپنے آپ کو

؎۱ الرحل فی طلب الحدیث ص ۱۷۶ ؎۲ المصدر السابق ص ۱۷۳

خوب بچائے ! اگر اپنے اندر اِن اُمور میں سے کسی کے بھی اثرات محسوس کرے تو فوراً اُن کو دُور کرنے کی فکر کرے ورنہ یہ اِس کے لیے ترقی کی راہ میں خطرناک رُکاوٹ ثابت ہوں گے ! !

صرف تین موانع استفادہ مع علاج ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں جو عام طور پر پائے جاتے ہیں :

(۱) تکبر :

انسان مستفاد منہ کو اپنے سے علم میں کمتر خیال کرتا ہے اس لیے اس سے استفادہ نہیں کرتا ! جبکہ مستفاد منہ کا مقام معتبر علماء کے ہاں مسلَّم ہو اور ظاہر حال بھی اس کے خیال کی تکذیب کر رہا ہو ! لہٰذا یہ خیال تکبر ہوا جو اِس کے لیے استفادہ سے رُکاوٹ ہے ! !

اور تکبر کی دوسری صورت یہ ہے کہ مستفاد منہ مستفید سے عمر میں چھوٹا ہوتا ہے جبکہ علم و فضل میں بلند مرتبہ کا حامل ہوتا ہے ! لیکن مستفید اس سے استفادہ کرنے میں اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور مستفاد منہ کو چھوٹا سمجھنے کی بنیاد پر استفادہ چھوڑ دیتا ہے ! !

اور ہر اِنسان اپنے اندر کی کیفیت سے خود واقف ہے اس لیے اگر وہ اس قسم کی کیفیت محسوس کرے تو اس کے علاج کی کوشش کرے جو مختلف ہو سکتے ہیں، کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

علاج :

استفادہ سے مانع جب تکبر ہو تو اِس کا علاج یہ ہے کہ ہمت کر کے اور نفس کو دبا کر وہی کام کرلے جس سے تکبر مانع بن رہا ہے ! چند مرتبہ ایسا کرنے سے تکبر کا مرض بھی زائل ہو جائے گا اور استفادہ کا راستہ بھی ہموار ہو جائے گا ! امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل فرمایا ہے قَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٌ وَّلَا مُسْتَكْبِرٌ۔[1] حضرت مجاہدؒ نے ارشاد فرمایا ''حیا کرنے والا اور تکبر کرنے والا دونوں علم حاصل نہیں کر سکتے''

اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ رہنمائی و ہدایت اور اس مرض کے علاج کے لیے نہایت سبق آموز ہے !

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الحیاء فی العلم ج ۱ ص ۶۰

حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت و رسالت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے مراتب پر فائز ہیں اس کے باوجود علم حاصل کرنے میں بالکل عار محسوس نہیں کی ! اور استفادہ وحصولِ علم کے لیے طویل سفر کیا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ میں مجمع البحرین پہنچنے تک سفر کرتا رہوں گا چاہے مجھے کئی حقب ہی کیوں نہ چلنا پڑے ! كَمَا قَالَ تَعَالٰى ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ﴾ ١

حافظ ابن عبد البرؒ نے سند کے ساتھ ابن ابی غسانؒ کا قول ذکر فرمایا ہے :

قَالَ عُبَيْدُ بْنُ مُحَمَّدِ الْكِشْوَرِىُّ : سَمِعْتُ ابْنَ اَبِىْ غَسَّانَ يَقُوْلُ: لَا تَزَالُ عَالِمًا مَا كُنْتَ مُتَعَلِّمًا ، فَاِذَا اسْتَغْنَيْتَ كُنْتَ جَاهِلًا. ٢

''عبید بن محمد کشوریؒ فرماتے ہیں میں نے ابن ابی غسانؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک آپ حصولِ علم میں لگے رہیں گے تو عالم شمار ہوں گے لیکن جب استغناء اور بے پرواہی پر اُتر آئے تو اُس وقت آپ جاہل شمار ہوں گے''

بہرحال مستفید کو چاہیے کہ ان باتوں سے خوب نصیحت حاصل کرے اور استفادہ کو ترک نہ کرے چاہے وہ کتنے ہی بلند مقام ومرتبہ پر فائز ہو ! استفادہ سے اس کے مرتبہ میں کمی نہیں بلکہ ترقی ہوگی ! جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ ٣

''جو اللہ کے لیے جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا مقام بلند کر دیتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا مقام پست کر دیتے ہیں''

اور اگر استفادہ سے مانع مستفاد منہ کی کم سنی ہو تو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا مبارک فرمان ہے

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا . ٤

''حکمت کا کلمہ مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے''

---

١ سُورۃ الکھف : ٦٠ ٢ جامع بیان العلم ج ١ ص ١٩٣ ٣ المعجم الاوسط ج ٥ ص ١٣٩

٤ سُنن ابن ماجه باب الحكمة رقم الحديث ٤١٦٩

اس حدیث شریف سے امام ابوبکر ابن سنیؒ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وینبغی للمتعلم ان یتلقف العلم من کل من وجد عندہ وان کان اصغر منہ اذا کان قد سبقہ بالعلم .[1]

''اور طالبِ علم کے مناسب شان یہ ہے کہ وہ جس کے پاس بھی علم پائے اُس کو حاصل کرے اگرچہ وہ (معلم) اس (طالب) سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ وہ چھوٹا علم وکمال میں اس (طالب) سے آگے نکلنے والا ہو''

شیخ عوامہ حفظہ اللہ ''معالم ارشادیة'' میں لکھتے ہیں :

سئل ابوحنیفة : بم نلت ما نلت؟ فقال:ما بخلت بالافادة ، ولم استنکف عن الاستفادة. [2]

''امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اتنا علم آپ نے کیسے حاصل کیا ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کبھی فائدہ پہنچانے میں بخل نہیں کیا ! اور فائدہ حاصل کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی''

مستفید اگر ان باتوں میں غور کرے گا تو ان شاء اللہ اُس کے لیے کم سن اہلِ علم حضرات سے استفادہ کرنا آسان ہوگا ! اور اس سلسلہ میں اکابرین کے بہت سارے واقعات موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے سے کم سن حضرات سے کیسے بلا جھجک استفادہ کیا اور بالکل عار محسوس نہیں کی حتی کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ نے تابعینؒ سے روایات لی ہیں اور اس کو بلا جھجک آگے بیان کرتے تھے !

(۲) حیاء :

مستفید مستفاد منہ کو حقیر تو نہیں سمجھتا اور اس کے علم وفضل کا معترف ہوتا ہے لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں ان سے سوال کروں یا ان کی مجلس میں بیٹھوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ بھی ان سے استفادہ کر رہا ہے تو وہ لوگوں سے حیاء کرتے ہوئے استفادہ ترک کر دیتا ہے !

---

[1] ریاضة المتعلمین ص ۲۳۵ [2] معالم ارشادیة ص ۲۱۷

حیاء کا دوسرا رُخ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان مستفاد منہ سے حیاء کرتا ہے کہ اگر میں ان سے یہ سوال کروں تو وہ کہیں گے کہ اس کو اس بات کا بھی علم نہیں ہے یا بسا اَوقات سوال اس قسم کا ہوتا ہے جس کو پوچھنے سے انسان شرم محسوس کرتا ہے ! بہرحال اس قسم کی حیاء کی وجہ سے بھی انسان استفادہ نہیں کرپاتا !

علاج :

اگر استفادہ سے مانع حیاء ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ مستفید اِس بات کو سوچے کہ استفادہ سے حیا کرنے والا ہمیشہ جاہل رہتا ہے جیسے ابھی ماقبل میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے لَا یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْیٌ وَّلَا مُسْتَکْبِرٌ.

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے :

قال عمر بن عبد العزیزؒ : ما من شیء الا وقد علمت منه الا اشیاء کنت استحیی ان اسئل عنها فکبرت وفی جهالتها . [1]

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جس کے متعلق میں نے علم حاصل نہ کیا ہو سوائے چند اشیاء کے کہ میں ان کے متعلق سوال کرنے سے حیاء کرتا تھا چنانچہ میں بڑا ہوگیا اور اب بھی میرے اندر اُن اشیاء کی جہالت باقی ہے''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاء (بے جا) کبھی علم سے مانع ہوا کرتی ہے !

اور دوسری طرف انسان اگر حیاء کو نظرانداز کر کے دین کے متعلق استفادے کے لیے تیار ہوجاتا ہے اور سوال کرتا ہے تو یہ انتہائی قابلِ تعریف چیز ہے ! چنانچہ ابنِ عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ذکر کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ : وَنِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ یَمْنَعْھُنَّ الْحَیَاءُ اَنْ یَّتَفَقَّھْنَ فِی الدِّیْنِ . [2]

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں، دین کے متعلق سوال کرنے اور اس میں فقاہت حاصل کرنے سے ان کو حیاء مانع نہیں ہوتی''

[1] جامع بیان العلم و فضله ج ۱ ص ۱۸۱ [2] جامع بیان العلم و فضله ج ۱ ص ۱۷۷

ان باتوں کے استحضار سے مستفید میں یہ مرض جو اُس کو اِستفادہ سے منع کررہا ہے ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا

(۳) غفلت : مستفید مستفاد منہ کو نہ حقیر سمجھتا ہے اور نہ ہی استفادہ سے اس کو حیاء مانع ہوتی ہے بلکہ وہ استفادہ کو درست سمجھتا ہے لیکن جاننے کے باوجود محض غفلت و سستی کی وجہ سے استفادہ نہیں کرپاتا اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کے علوم و فیوض اور تجربات سے محروم ہو جاتا ہے ! ! !

علاج : استفادہ سے مانع جب سستی ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ سستی کا علاج چستی ہے اور چستی پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے اکابرین کی زندگیاں، ان کا حصولِ علم میں اپنے آپ کو کھپانا، طلب علم کا ذوق وشوق اور بالخصوص محدثین نے حصولِ علم حدیث میں کس طرح مشقتیں برداشت کیں، ان کو عمل کی نیت کے ساتھ پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے ان شا اللہ سستی دُور ہو جائے گی اور ان حضرات کی راہوں پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور استفادہ کا راستہ ہموار ہو جائے گا ! ! !

خلاصہ : خلاصہ یہ کہ انسان اپنی زندگی میں موجود اکابر ہستیوں کے علم اور تجربات سے فائدہ اُٹھالے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے ! ورنہ زندگی بھر کفِ افسوس ملتا رہے گا اور اگر موانع استفادہ میں سے کوئی مانع اپنے اندر محسوس کرے تو اس کا فوری علاج کر کے اُس مانع کو دُور کرے اور اپنے لیے استفادہ کا راستہ ہموار کرے ! ! !

استفادہ کرنے کے طریقے :

عام طور پر جن طریقوں سے استفادہ کیا جاتا ہے وہ تین ہیں :

(۱) استفادہ بالصحبة : استفادہ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان حضراتِ اکابرین کی صحبت میں کچھ وقت گزار کر فائدہ حاصل کرے ! تاکہ جو علم حاصل کرے اس کو عملی شکل میں بھی اچھی طرح دیکھ لے ! اور شیخ کے کردار، اخلاق، حسنِ سیرت، تقوی اور للّٰہیت پر خوب واقفیت حاصل کرلے ! چونکہ ان تمام چیزوں پر اطلاع دیکھنے اور صحبت اختیار کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتی اس لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ شیخ کی صحبت میں کچھ وقت رہ کر اِستفادہ کرے ! ! !

(۲) استفادہ بالسوال : دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اُن اکابرین کے پاس جا کر زیارت، مصافحہ، اجازتِ حدیث اور جس فن میں وہ مہارت رکھتے ہوں اس کے متعلق سوال کرے اور ان کے تجربات سے فائدہ اُٹھائے ! کیونکہ ہر آدمی کے لیے ہر شیخ کی صحبت اختیار کرنا ممکن نہیں ہے ! ! !

(۳) استفادہ بالخط والکتاب : استفادہ کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان حضرات سے خط وکتابت کے ذریعے تعلق قائم کرے ! اور اس طریقہ سے ان سے استفادہ کرتا رہے اور استفادہ کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرے !

تنبیہ : استفادہ کے کچھ آداب مشترکہ ہیں جن کی رعایت رکھنا ہر مستفید کے لیے ضروری ہے چاہے وہ جس طریقہ سے بھی استفادہ کرنا چاہتا ہو ! ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے :

استفادہ کرنے کے مشترکہ آداب :

وہ آداب جن کا لحاظ رکھنا ہر مستفید کے لیے ضروری ہے اور ان کے بغیر علم کے نور کا حصول مشکل ہے وہ درج ذیل ہیں :

(۱) اخلاصِ نیت :

اللہ تعالیٰ کے ہاں حصولِ علم کا اجر پانے، علم کا نور حاصل کرنے اور وبال سے بچنے کے لیے اخلاصِ نیت از حد ضروری ہے ! ! یہ صرف حصولِ علم کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر نیک کام کا اجر اخلاصِ نیت پر موقوف ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ [۱] اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ! اگر کسی نیک کام میں کوئی دنیوی غرض شامل ہو تو یہ عمل ثواب کی بجائے وبال کا سبب ہو سکتا ہے ! اور بالخصوص تعلیم و تعلّم کے معاملے میں دنیوی غرض تو بہت بڑے وبال کا سبب ہے ! ! ! جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : من طلب العلم لیجاری بہ العلماء او لیماری بہ السفھاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللّٰہ النار . [۲]

---

[۱] صحیح البخاری باب کیف کاب بدء الوحی رقم الحدیث ۱

[۲] الجامع الکبیر سُنن ترمذی باب ما جاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا رقم الحدیث ۲۶۵۴

''جو شخص علم اس نیت سے حاصل کرے کہ اس کے ذریعے علماء کے پڑوس میں بیٹھے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کریں گے''

اس لیے ہر طالب و مستفید کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی نیت کو خالص کرے اور بار بار اِس کا استحضار کرتا رہے ! حضرت لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے جیسا کہ زید بن اسلمؒ نے نقل فرمایا :

عن زید بن اسلم، ان لقمان قال لابنه : یا بنی لا تتعلم العلم لثلاث ولا تدعه لثلاث: لا تتعلمه لتماری به، ولا لتباهی به ، ولا لترائی به ولا تدعه زهادة فیه، ولا حیاء من الناس، ولا رضا بالجهالة.[1]

''زید بن اسلم کہتے ہیں کہ لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے ! علم تین چیزوں کی خاطر حاصل نہ کرنا اور نہ تین چیزوں کی وجہ سے چھوڑنا ، جھگڑا کرنے ، فخر کرنے اور اپنا آپ دکھلانے کے لیے علم حاصل نہ کرنا، اور اس سے اعراض کرنے ، لوگوں سے حیا کرنے اور جہالت پر راضی رہنے کی وجہ سے اِسے مت چھوڑنا''

(۲) تواضع اختیار کرنا :

طالب علم و مستفید کے لیے لازم ہے کہ شیخ کی موجودگی وعدم موجودگی میں اور ظاہراً اور باطناً ہر اِعتبار سے تواضع کے ساتھ پیش آئے ! کیونکہ تواضع کے بغیر علم نافع کا حصول مشکل ہے

عن الشعبیؒ قال رکب زید بن ثابت فاخذ ابن عباس برکابه فقال له لا تفعل یا ابن عم رسول اللہ ﷺ قال : هٰذا امرنا ن نفعل بعلمائنا .... الحدیث[2]

---

[1] جامع بیان العلم و فضله ج ۱ ص ۲۱۲ [2] المجالسة و جواهر العلم الجزء التاسع ص ۲۸۸

''امام شعبیؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی ! تو حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے فرمایا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے ایسا نہ کرو ! تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ہمیں علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ، حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنی جلالتِ شان کے باوجود اپنے اُستاذ کے ساتھ تواضع کا معاملہ فرمایا ! جناب نبی کریم ﷺ نے بھی طلباء کو اَساتذہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ اختیار کرنے کا حکم دیا !

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ تعلموا العلم ، وتعلموا للعلم السكينة ، والوقار، وتواضعوا لمن تعلمون منه . [1]

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : علم حاصل کرو اور علم کے لیے اطمینان و وقار حاصل کرو اور جن سے تم علم حاصل کرو اُن سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ''

(۳) صبر و اِستقامت کا مظاہرہ کرنا :

طالب و مستفید کو چاہیے کہ طلبِ علم و اِستفادہ میں استقامت و صبر کا مظاہرہ کرے ! ! کسی مسئلہ کی طلب میں وقت کے زیادہ لگنے سے دل کو تنگ نہ کرے اور اُکتائے نہیں بلکہ مسلسل تلاش و جستجو میں رہے ! ! یونس بن یزید کو اِبن شہابؒ نے اسی قسم کی نصیحت فرمائی تھی :

عن يونس بن يزيد قال: قال لى ابن شهاب(يا يونس لا تكابر العلم ، فان العلم اودية، فايها اخذت فيه قطع بك قبل ان تبلغه ، ولكن خذه من الايام والليالى، ولا تاخذ العلم جملة، فان من رام اخذه جملة ذهب عن جملة ، ولكن الشئ بعد الشئ مع الليالى والايام . [2]

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانیؒ ۶/۲۰۰ رقم الحديث ۶۱۸۴ [2] جامع بيان العلم و فضله ۱/۲۰۶

''یونس بن یزیدؒ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابن شہابؒ نے فرمایا :
اے یونس علم کو بڑا مت خیال کرو ! اس لیے کہ علم کے کئی میدان ہیں، جس میدان میں تو داخل ہوگا اُس کی انتہا تک نہیں پہنچ پائے گا ! لہٰذا علم کو روزانہ تھوڑا تھوڑا کر کے لینے کی کوشش کرو ! اور ایک ہی مرتبہ لینے کی خواہش مت کرو، اس لیے کہ جو علم کو ایک ہی مرتبہ لینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بالکل حاصل نہیں کر پاتا''

اسی طرح فارسی کا ایک جملہ ہے ہر چہ زود برآید دیر نپاید جو چیز جلدی آتی ہے وہ دیر تک نہیں رہتی

(۴) اُستاذ کے لیے دُعا کرنا :

طالبِ علم اور مستفید کو چاہیے کہ اپنے اُستاذ اور شیخ کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے ! اس سے اُس کا علم بابرکت اور نافع بھی بنے گا اور نورانیت بھی نصیب ہوگی ! حضراتِ اکابرین اس بات کا بہت اہتمام کرتے تھے چنانچہ چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں :

قال الامام ابوحنیفة رحمه الله : ما مددت رجلی نحو دار استاذی حماد اِجلالا له ، وکان بین داری وداره سبع سکک ، وما صلیت صلاة منذمات حماد الا استغفرت له مع والدی، وانی لاستغفر لمن تعلمت منه او علمنی علما.[1]

''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا : میں نے اپنے اُستاذ اِمام حمادؒ کی تعظیم میں کبھی ان کے گھر کی طرف اپنے پاؤں کو لمبا نہیں کیا جبکہ میرے اور اُن کے گھر کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا ! اور امام حمادؒ کی وفات کے بعد سے جب بھی میں نے نماز پڑھی ہے تو اپنے والدین کے ساتھ اِمام حمادؒ کے لیے بھی بخشش کی دعا کی ہے ! اور بلاشبہ میں اُن سب کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں جن سے میں نے علم حاصل کیا یا اُنہوں نے مجھے کوئی علم سکھایا''

وقال ابو یوسف تلمیذ ابی حنیفة :(انی لأدعو لابی حنیفة قبل ابویَّ، ولقد سمعت اباحنیفة یقول : انی لأدعو لحماد مع ابویَّ . [2]

---

[1] الاعلام بحرمة اهل العلم و الاسلام ص۱۹۵ [2] ایضًا

''امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اِمام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنے والدین سے پہلے دعا کرتا ہوں اور بلا شبہ میں نے ابوحنیفہؒ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اِمام حمادؒ کے لیے اپنے والدین کے ساتھ دعا کرتا ہوں''

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اساتذہ ومشائخ سے استفادہ کرنے اوران کے آداب کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جوایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

دارُالافتاء

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد زبیر حسن صاحب، مفتی و مدرس جامعہ مدنیہ جدید ﴾

السلام علیکم ! محترم مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مارکیٹ میں موزے کے علاوہ ریگزین کے موزے اور کپڑے کی بھی کچھ جرابیں ایسی مل رہی ہیں جن کے بارے میں دُکانداروں کا کہنا ہے کہ اِن پر مسح کرنا جائز ہے ! آپ شرعی اعتبار سے رہنمائی فرمائیں کیا ان کو ہم استعمال کر سکتے ہیں ؟

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

جاننا چاہیے کہ چمڑے کے موزوں کی تین اقسام ہیں :

(۱) خُفَّیْنْ : جو مکمل چمڑے کے ہوں

(۲) مُجَلَّدَیْنْ : جن کے قدم کے اوپر اور نیچے والے چمڑے کے ہوں

(۳) مُنَعَّلَیْنْ : جن کے صرف نچلے حصے پر چمڑا ہو

ان تین قسم کے موزوں پر فقہاءِ احناف کے ہاں بالاتفاق مسح کرنا جائز ہے !

البتہ اگر موزے چمڑے کے نہ ہوں بلکہ ریگزین یا کپڑے وغیرہ کے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے لیے تین شرطیں ہیں :

(۱) ایسے ثخین (موٹے) ہوں کہ اِن میں پانی نہ چھنے یعنی ان پر پانی ڈالا جائے تو پاؤں تک نہ پہنچے !

(۲) مضبوط ہوں کہ کم از کم تین میل تک چلا جا سکتا ہو !

(۳) کسی چیز سے باندھے بغیر اپنے موٹاپے اور سختی کی وجہ سے پنڈلی کے ساتھ قائم ہوں اور یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو !

یہ تین شرطیں جس موزے (کپڑے یا ریگزین وغیرہ) میں پائی جائیں اس پر مسح کرنا جائز ہے ! لیکن اس میں صرف دُکانداروں کی بات پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ خود اِن تین شرطوں کے مطابق اچھی طرح دیکھ لیا جائے یا پھر کسی ماہر مفتی صاحب کو دِکھا کر موزوں کو استعمال کیا جائے تا کہ نماز جیسی اہم عبادت ضائع نہ ہو !

چنانچہ فتح القدیر (ج ۱/ص ۸۰، ۱۰۹) میں ہے :

ولا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة رحمه الله الا ان یکونا مجلدین او منعلین، وقالا : یجوز اذا کانا ثخینین لا یشقان) لما روی ان النبی ﷺ مسح علی جوربیه ، ولأنه یمکنه المشی فیه اذا کان ثخینا، وهو أن یستمك علی الساق من غیر ان یربط بشی فاشبه الخف ....

وعنه انه رجع الی قولهما وعلیه الفتوی .

اور النهر الفائق (ج ا ص ۱۲۲ ، ۱۲۳) میں ہے :

وصح علی الموق والجورب المجلد والمنعل الثخین. (کنز الدقائق)

(الثخین) الذی لیس مجلدا ولا منعلا بشرط ان یتمسك علی الساق بلا ربط ولا یری ما تحته لصدق اسم الخف علیه بامکان تتابع المشی فیه وهذا قولهما و روی رجوع الامام الیه قبل موته بثلاثة ایام وقیل بسبعة وعلیه الفتوی لما ثبت من انه علیه الصلٰوة والسلام مسح علی الجوربین قید بالثخین لان الرقیق من شعر وصوف لا یجوز المسح علیه بلا خلاف

کتبہ محمد زبیر حسن

دارُالافتاء جامعہ مدنیہ جدید

محمد آباد ۱۹ رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور پاکستان

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ/۴ ردسمبر ۲۰۲۲ء

الجواب صحیحٌ

خالد محمود

معصیت اور اُس کے اثرات

﴿ حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب ؒ ﴾

✿✿✿

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے رُوگردانی کائناتِ انسانی کا سب سے بڑا جرم ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ مجرم سزا کا مستحق ہوتا ہے ! ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے اس کے لکھنے والے ہر وقت اپنا دفتر مرتب کر رہے ہیں ! رب العزت کے فرشتے دن رات ہمارے ساتھ لگے ہیں اور ہم جو کچھ کرتے رہتے ہیں وہ ان کو برابر لکھ رہے ہیں اور وہی لکھتے ہیں جو ہم کرتے ہیں ،کوئی کمی بیشی وہ اپنی طرف سے ہرگز نہیں کرتے ! قیامت کا دن جو بدلے کا دن ہے، ساری رُودادِ عمل سامنے پیش کی جائے گی ان جرائم کی سزا انسان کو صرف آخرت میں ہی نہیں ملے گی بلکہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت سے پہلے بھی گناہوں کی سزا مل سکتی ہے، دنیا کے اندر آئے دن جو فتنے فساد برپا ہوتے رہتے ہیں اور دن رات جیسے کچھ فساد اور مصائب کی بوچھاڑیں آتی رہتی ہیں یہ سب کی سب انسانی اعمال کی پاداش میں ہوا کرتی ہیں، انسان کے اعمال اور اخلاق میں اگر انقلاب نہ ہوتا اور وہ اطاعت وعبادت کی راہ سے نہ ہٹتا تو شاید موجودہ مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا ارشادِ باری ہے :

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ ﴾ (سُورة روم : ۴۱)

''لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کے نتیجہ میں خشکی و تری میں فساد پھیل پڑا''

کفر وشرک، عصیان وطغیان اور اعمال واخلاق کی پستی کی وجہ سے فتنہ وفساد کے چشمے اُبل پڑے ! ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی ! دنیا کا امن وسکون ناپید ہوگیا ! خشکی سے لے کر سمندروں تک میں جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے ! مار پیٹ، کاٹ مار اور قتل وخونریزی سے کوئی چپہ محفوظ نہ رہ سکا اور یہ جو کچھ ہے سب ہماری بداعمالیوں کی سزا کا ادنیٰ نمونہ ہے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی اور یہ نمونہ نہ صرف اس لیے دکھایا گیا ہے کہ ممکن ہے کچھ لوگ یہ دیکھ کر ڈریں اور عبرت وبصیرت حاصل کریں دوسری آیت میں ہے :

﴿ وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ﴾ ۱

''جو تم پر مصیبت پڑی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہے اور وہ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے''

یعنی انسان مصیبتوں اور آفتوں کے جن طوفانوں سے ہو کر گزر رہے ہیں ان کے اسباب خود ان کے ہاتھوں نے فراہم کیے ہیں اور موجودہ مصائب کی وجہ خود اُن کے برے اعمال و اخلاق ہیں اور پھر رحمتِ الٰہی نے ترس کھایا ہے ورنہ معلوم نہیں کیا حال ہوتا ! بہت سے گناہوں سے تو درگزر فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ بھی صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ وہ نعمت کی جگہ زحمت کب پیدا کرتا ہے اور انعام و اکرام کی نوازش کب بند کر دیتا ہے ارشادِ ربانی ہے :

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴾ ۲

''اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اس نعمت کو جو کسی قوم کو دی تھی ہرگز بدلنے والا نہیں ہے جب تک وہی اپنے جیون کی بات بدل نہ ڈالیں اور یہ کہ اللہ سننے والا ہے''

معلوم ہوا کہ پہلے انسان کی نیت و اعتقاد اور اس کے اعمال و اخلاق میں بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے ! اور یوں رفتہ رفتہ اس کے فطری استعداد اور صلاحیت میں انقلاب آتا ہے تو کہیں جا کر احکم الحاکمین نعمتوں کو سلب کرتا ہے اور انعام اکرام کی جگہ شانِ انتقام پیدا کرتا ہے ! ایک جگہ ارشاد ہے :

﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً کَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴾ ۳

''اللہ نے ایک مثال بتلائی کہ ایسی بستی چین اور امن سے تھی، ہر جگہ سے اس کو فراغت کی روزی چلی آتی تھی پھر اُس نے اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اس کو مزہ چکھایا کہ بھول اور ڈر اُس کے بدن کے کپڑے ہو گئے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے''

۱ سُورة الشوریٰ : ۴۴ ۲ سُورة الانفال : ۳۳ ۳ سُورة النحل : ۱۱۲

یہ قرآن کی مثال کتنی واضح ہے اور رب العزت نے کتنا عمدہ نقشہ کھینچا ہے، جو دلیل ہے کہ انسانوں پر مصائب اور طرح طرح کے عذاب و شدائد اُس وقت آتے ہیں جب خود بھی کفرانِ نعمت اور ناشکری پر اِتراتا ہے۔

ان ساری آیتوں کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں جتنے مصائب و شدائد اور جس طرح کے عذاب و آفت کا نزول ہوتا ہے وہ انسان کے اعمال و اخلاق اور نیت و اعتقاد کے فتور اور کمزوری کا نتیجہ ہے ! دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اطاعت و عبادت سے رُوگردانی اور معصیت کے ارتکاب کے اثرات ہیں جو آئے دن ہمیں زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں ! نیز اِس وقت یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اُس کا بدلہ ہمیں کسی نہ کسی شکل میں ضرور ملا کرتا ہے اور یہ بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ! پھر دنیا جو کچھ اعمالِ بد کے نتائج پیش آتے ہیں ان کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم انسان اپنے برے اعمال و اخلاق اور نیات و اعتقادات کا یہ پھل چکھ کر اپنے برے کاموں سے باز آجائیں اور اس اصلاحِ حال کی پوری کوشش کریں۔

یہ اصولِ قرآنی جب سمجھ میں آگیا تو اب آیئے معصیت کے اثرات ملاحظہ فرمایئے کہ دنیا میں اس کا کیا اثر پڑتا ہے ! حافظ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ''الجواب الکافی'' میں معاصی کے نقصانات بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں اُن میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا گزر ایک دفعہ ''دیارِ ثمود'' سے ہوا تو آپ نے صحابہ کرامؓ میں اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کر کے روتے ہوئے چلو ! اور خبردار اِس دیار کا پانی تک استعمال نہ کرو، حتی کہ یہاں کے پانی سے جو آٹا گوندھا گیا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ ''خبردار ہے اسے اُونٹ کو بھی نہ کھلاؤ'' حدیث کا یہ واقعہ بتاتا ہے کہ معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے اس عذاب کا اثر وہاں کی ہر ہر چیز میں ہوجاتا ہے پانی جیسی عام منفعت کی چیز بھی عذاب کے اثر سے نہیں بچا کرتی !

اُوپر کے واقعہ میں جس طرح آپ نے پڑھا کہ پانی میں عتاب و عذابِ الٰہی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معصیت کا اثر، پھل، میوہ اور غلہ پر بھی پڑا کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

اُس کی ہر طرح کی برکت جاتی رہتی ہے ! پیداوار میں خاصی کمی ہو جاتی ہے ! آسمانی آفات کا نزول ہوتا ہے جس سے ساری فصل برباد ہو جاتی ہے ! کبھی قحط پڑتا ہے جس سے کھیتی جل جاتی ہے ! کبھی سیلاب آتا ہے جس سے فصل تہِ آب ہو جاتی ہے ! اور انسانوں میں ''بھوک بھوک'' کی پکار ہوتی ہے ! جس کا اشارہ اُوپر کی آیتوں میں گزر چکا ہے اور تو اور حد یہ ہے کہ مصیبت اور گناہ کا اثر ظاہری شکل و جسامت پر بھی پڑتا ہے جس سے پھل چھوٹے ہو جاتے ہیں، غلوں کے دانہ کی جسامت میں کمی آجاتی ہے ! اور یہ کوئی افسانہ نہیں واقعہ ہے۔

''امام احمدؒ'' نے اپنی مسند میں ایک حدیث کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ ''بعض بنواُمیہ کے خزانہ میں ایک گیہوں کا دانہ میں نے پایا جو کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا اور وہ ایک تھیلے میں بحفاظت رکھا ہوا تھا جس پر یہ لکھا تھا کہ ''یہ عدل کے زمانہ کی پیداوار ہے'' (الجواب الکافی ص ۸۵)

یہ بیان کس قدر ذمہ دار بزرگ کا ہے ؟ پس اس کے بعد کیا شبہ ہو سکتا ہے ! معلوم ہوا احکامِ خداوندی سے رُوگردانی آفتوں کا پیش خیمہ ہے ! عدل و انصاف کی جگہ جب جور و ظلم نے لی تو قدرت کی طرف سے برکت اُٹھا لی گئی۔ آج کل کے گیہوں کے دانے اور عدل و انصاف کے زمانہ کے گیہوں میں باعتبارِ جسامت کتنا عظیم الشان فرق رونما ہو گیا ہے ! ''حافظ ابن القیمؒ'' نے ''شیوخِ سحرا'' کی روایت سے بیان کیا ہے کہ پھلوں کی جسامت میں نسبتاً بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے، پہلے بہت بڑے پھل ہوا کرتے تھے (حتیٰ کہ پھلوں وغیرہ کا ذائقہ تک گناہوں کے اثرات سے محفوظ نہیں رہا)

آج کل جو لوگ بوڑھے اور بڑی عمر کے رہ گئے ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی پہلے انار وغیرہ پھلوں میں باعتبارِ جسامت کافی فرق آگیا ہے، جتنے بڑے پھل کے دانے پہلے ہوتے تھے اب باقی نہیں رہے، باقی پیداوار کی قلت، تو یہ مسئلہ اس قدر عیاں ہے کہ دلیل کی ضرورت ہی نہیں، کسان کے بچے بچے کی زبان سے سن لیجیے کہ پیداوار پہلے کی نسبت برائے نام رہ گئی ہے اور ہر سال کمی ہی واقع ہوتی جارہی ہے۔

خود رسول اللہ ﷺ کے بیان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ظلم و جور اور فسق و فجور کا

اثر ہے کہ پھلوں کی جسامت مختصر ہوگئی، اور جب کبھی رُوئے زمین مصیبت اور نافرمانی کی گندگیوں سے پاک ہوگی تو ساری برکتیں عود کر آئیں گی۔

ترمذی شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد منقول ہے جس کا مفہوم یوں ہے : (قیامت کے قریب زمانے میں) جب اللہ تعالیٰ زمین کو ظلم، خیانت اور بدکاری سے پاک کرنا چاہے گا تو اہلِ بیت نبی میں سے اپنے ایک بندے سے کام لے گا وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا یہود و نصاریٰ قتل ہوں گے اور دین صحیح رنگ میں جاری ہوگا ! (ایسے میں) زمین پھر برکتوں سے مالا مال ہوگی حتیٰ کہ ایک انار پوری جماعت کے لیے کافی ہوگا اور انگور کا ایک گچھا اتنا وزنی ہوگا جتنا وزن اُونٹ اُٹھا سکتا ہے ! اسی طرح ایک اُونٹنی کا دودھ ایک جماعت کو کافی ہوگا۔

معلوم ہوا ظالموں کا ظلم، خائنوں کی خیانت اور بدکاروں کی بدی نے زمین سے برکتوں کو فنا کردیا ہے ! اور پھر اُس وقت تک زمین کی یہ برکت لوٹ کر نہ آئے گی جب تک رُوئے زمین ان گندیوں سے پاک نہ کردی جائے ! اور عدل و انصاف، اطاعت و عبادت اور اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کارفرمائی نہ ہو ! انسان جب احکامِ الٰہی کی پابندی نہیں کرتا، عبادت و اطاعت کا حق ادا نہیں کرتا اور مشکوۃِ نبوت کی روشنی پاتے ہوئے راہِ راست سے بھٹک جائے تو بہت سی نعمتوں کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور لعنت و عذاب کی بارش اُمنڈ اُمنڈ کر برسنے لگ جاتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے :

''میرے عزت وجلال کی قسم کوئی بندہ جب اُس کام کو چھوڑ کر جس کو میں پسند کرتا ہے ایسے کام میں لگ جاتا ہے جو مجھے پسند نہیں تو میں بھی اس کے محبوب کام کو بند کر دیتا ہوں اور ناگوارِ خاطر کا دروازہ کھول دیتا ہوں''

معلوم ہوا کہ جب طاعت کی جگہ معصیت، شکر کے بجائے ناشکری اور رضا طلبی کے مقام میں باعثِ غضب اُمور انجام دیے جاتے ہیں تو رب العزت بھی انعام و اِکرام کی جگہ انتقام، رحمت کی جگہ زحمت اور عافیت کی جگہ عقوبت کا منظر دکھاتا ہے، اور شوکت و عزت دیکھتے ہی دیکھتے ہیں ذلت و مسکنت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ یہ ہر شخص کو یقین کر لینا چاہیے کہ دنیا کی اکثر و بیشتر مصیبتیں گناہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی سے سرتابی کا نتیجہ ہیں، سچ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے :

مَا نَزَلَ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَا رَفَعَ بَلَاءٌ اِلَّا بِتَوْبَةٍ ۔ (الجواب الکافی ص ۹۷)

''جو بھی بلا نازل ہوتی ہے اس کا سبب گناہ ہے اور یہ بلا صرف توبہ سے دُور ہوتی ہے''

انسان اگر اس رمز کو یقین کے ساتھ سمجھ لیں تو وہ بہت ساری آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوجائیں مگر افسوس صد افسوس وہ سارا فلسفہ سمجھ لیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں اس کی نگاہ بہت کوتاہ ہوتی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ وہ اس بنیادی اسباب وعلل تک نہیں پہنچ پاتا ہے۔

موجودہ خوف و ہراس جس کا گھر گھر چرچا ہے کس کی پیداوا ہے ؟ یہ سب معصیت اور کفرانِ نعمت ہی کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں،قلت وکثرت کا مسئلہ ایک موہوم مسئلہ ہے، اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو اوائلِ اسلام میں جو کچھ دینِ اسلام کے پیروکاروں کو ترقی ہوئی شاید نہ ہوتی !

واقعہ یہ ہے کہ بندہ جب خدا سے غافل ہوجاتا ہے اور اُس کی نافرمانی کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور اُس کی اطاعت وعبادت سے منہ موڑ لیتا ہے تو قدرت کی طرف سے اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ خوف و ہراس اُس کے دل میں گھر کر لیتا ہے ! جہاں کوئی پتہ کھڑ کھڑایا، اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا، اطمینان وسکون جاتا رہا اور راہِ فرار کی فکر دامن گیر ہوگئی ! قرآن نے کتنی سچی حقیقت کا اعلان کیا :

﴿ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (سُورۃ الرعد : ۲۸)

وجہ معلوم ہے کہ طاعتِ الٰہی اور اُس کی رضا ایک عظیم الشان قلعہ ہے، جو اِس میں داخل ہوا وہ ہر آفت اور تمام خوف وہراس سے مطمئن ہوگیا ! نہ دنیا اور اُس کے مصائب کا خطرہ رہا اور نہ آخرت اور اس کے عذابِ الیم کا غم ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ (البقرۃ : ۶۲)

تاریخ بھی شاہد ہے اور موجودہ دور میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ قتل وخونریزی کے اوقات میں بھی فرمانبردار بندوں کے قدم نہ ڈگمگائے ! اور آگ اور خون کی بارش بھی ان کی ثبات قدمی میں لغزش پیدا نہ کرسکی ! مگر جونہی وہ دینی قلعہ سے باہر آئے سارا اَمن واَمان خوف وہراس سے بدل گیا !

سچ تو یہ ہے کہ جو رب العزت کا ہوگیا اور اس سے ڈرا، ساری چیزیں اس کی فرمانبردار ہوگئیں اور اس کو تمام خوف وہراس سے اَمن وسکون نصیب ہوگیا ! اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس سے

نہیں ڈرا، تمام مخلوق کے خوف میں گھر گیا اور سکون واطمینان کھو دیا ! جس کا وحشت ناک منظر کبھی یہ دیکھنے میں آیا ہوگا کہ معاصی و ذنوب میں ڈوبا ہوا متوحش اور پریشان حال ہے اس کا قلب وحشت کی وادی میں جاں بلب ہے ! یہ وحشت بھی اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل نظر آئے گی ! کبھی اس کے اور مخلوق کے باہم کارفرما ہوگی اور کبھی وہ خود اپنی ذات سے وحشت محسوس کرتا ہوگا ! ! ! اور معصیت کی کثرت اور اُس کے اشتداد کے ساتھ وحشت کی شدت بھی ترقی پذیر ہوگی ! عقلمند وہ ہے جو اِن حالات پر گہری نظر رکھے۔

یہاں بھی بات وہی ہے کہ طاعت ربُ العزت کی قربت اور نزدیکی کا ذریعہ ہے اور قربت سے اُنس و محبت پیدا ہوا کرتی ہے ! اور معصیت خدا سے دُوری اور بُعد کو چاہتی ہے اور جوں جوں دُوری بڑھتی جائے گی، وحشت پیدا ہوتی جائے گی ! دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ اغیار اور اعداء سے وحشت ہوتی ہے اور اَقرباء واَحباب سے اُنسیت و محبت ! اور یہی وجہ ہے گنہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معتوب و مردُود ہوتا ہے اور اُس کی نظر میں حقیر و بے قیمت ! کیونکہ گناہ کر کے اس نے اپنے کو خدا سے دُور کر لیا ہے ! اور اس کی عدول حکمی کے جرم میں اس سے عزت و مکرمت چھین لی گئی ہے ! جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مخلوق کی نگاہ میں گر گیا ہے اور شریفوں کی محبت سے محروم ہے ! نہ کوئی اس کی عزت وتوقیر کرتا ہے اور نہ کوئی اسے اچھی نظر سے دیکھتا ہے ! سب کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت جاگزیں ہو چکی ہے ! ابھی منہ پر تو رُعب و دبدبہ کی وجہ سے برا نہیں کہتا مگر دل سب کا ہی پھرا ہوا ہے ! بدکار، بدکردار، بداَخلاق، بدمعاملہ اور برے اعتقاد والے کو جس ذلت آمیز طریقہ پر ہم میں یاد کیا جاتا ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے ! چور، ڈاکو، سود خور، مہاجن و ظالم اور غیر منصف حکام عوام میں کیسی زندگی گزارتے ہیں یہ کس کو معلوم نہیں ؟ اور صحیح عزت و وقعت مل بھی کیسے سکتی ہے یہ تو نیک لوگوں کا حصہ ہے ! قرآن کا فیصلہ ہے :

﴿ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ (سُورۃ الحج : ۱۸)

''جس کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے''

(مطبوعہ ماہنامہ انوار مدینہ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

ٹیپو سلطان کی ریاست میں

(۱) ''صوبے دار'' کا عہدہ گورنر کا عہدہ ہوتا تھا ![۱] انگریز نے ایک لیفٹیننٹ کے ماتحت عہدے کو صوبے دار کا نام دے دیا ! !

(۲) ٹیپو سلطان کے وزیرِ خوراک کے منصب کو ''خانِ ساماں'' کہا جاتا تھا ! انگریزوں نے اپنے باورچی کو ''خانساماں'' کہنا شروع کردیا ! !

(۳) ٹیپو سلطان نے سلطنتِ عثمانیہ کے خلیفہ سے مدد چاہی تھی ! انگریزوں نے حجام کا نام ''خلیفہ'' رکھ دیا ! !

(۴) ٹیپو سلطان کے دربار میں پگڑی کو عزت اور فضیلت کی علامت سمجھا جاتا تھا ! انگریز نے نوکروں اور غلاموں کو پگڑی پہنا دی ! !

(۵) ٹیپو سلطان کی دور میں ''جمعدار'' ایک بہت بڑے پولیس افسر کا عہدہ تھا ! انگریوں نے خاکروب کو ''جمعدار'' کا نام دے دیا ! !

(۶) بادشاہ یا سلطان کے دو بڑے معتمد اور اعلیٰ وزیر، بادشاہ کے دائیں اور بائیں بیٹھتے تھے تو اِن کی قربت اور سمت کی وجہ سے فارسی میں چپ (بائیں) اور راس (دائیں) کی نسبت سے ''چپراسی'' کہلاتے تھے ! اتنے معزز عہدوں کے نام کو ذلیل کرنے کے لیے PEON کو ''چپراسی'' کا نام دے دیا گیا ! !

ہماری فرمانبرداری دیکھیے ! ہم آج تک نفرت اور تذلیل کی اس میراث کو گلے سے لگائے پھر رہے ہیں ! ! !

---

[۱] صوبے والا ، صوبے کا ذمہ دار

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزواَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

+92 - 333 - 4249302   +92 - 333 - 4249301

+92 - 335 - 4249302   +92 - 345 - 4036960

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

+92 333 4249302
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org